سوانح عمری

نظامی گنجوی

اسمیں حضرت مولٰنا نظامی گنجوی کے حالات ہیں اور اُنکے کلام پر تنقید و تبصرہ ہے

مؤلفہ

حضرت شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن، قومی پریس دہلی بماہ رمضان

مطبع مجتبائی جدید دہلی میں چھپوا کر شائع کی

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہو علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کے شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایکدفعہ قومی زمین کہلا چکی ہو، شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز کرشمے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کر لیا تھا، ایک عظیم الشان خاندانکی وہ شان و شوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، قیمت رسمی کاغذ مجلد عہ

فہرست بیگمات

امتہ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بیگم، عظمت النساء بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا بیگی، آرزم بانو بیگم، آرام جان بیگم، ممتاز محل، امتہ الحبیب، قدسیہ بیگم، اعزاز النساء بیگم، اورنگ آبادی محل، دلپذیر بانو بیگم، بی بی دودو، دلرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، روپ متی، رحمت بانو، رقیتہ النساء بیگم، لاڈ ملک، شمرو کی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جانی بیگم، رانی جودہ بائی، حمیدہ بانو بیگم، حاجی بیگم، خانہ زاد بیگم، شہزادہ خانم، نواب قدسیہ بیگم، ثریا بانو بیگم، جہاں آرا، رانی پاربتی، رانی تارا بائی، تلسی بائی، بی بی بائی، زینت النساء بیگم، زبدۃ النساء بیگم، بادشاہ بیگم، سلطان بیگم، حلیمہ سلطان بیگم، سلیمہ بانو بیگم، جمیلہ خاتون، موتی بیگم، ، اشرف النساء بیگم، آئی بیگم، بخت النساء بیگم، بہار بانو بیگم، بائی اودے پوری، بائی بھوت دئی، بخشی بیگم، بیگم سلطانہ، زیب النساء بیگم ؛

سفرنامہ ہستی یعنی نیرنگی دنیا

مولفہ مولانا مولوی عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم لکھنوی، انسان کو جیقدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں انکو اس خوبی سے ادا کیا ہو کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے، یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بے نظیر گویا انشا پردازی اور سچے واقعات کی روح ہے، قیمت عہ

فہرست مضامین، بچپن، جوانی، جوش جوانی، کسی کی یاد، خیال، خیال یار، انتظار، آج، کل، تمنا، نیرنگی دنیا، آرزو، سعی بے حاصل، فکر، چاندنی رات، افسردہ دلی، غرور حسن، رعنائی، شام غربت، صحبت، نہیں، سادگی، نگاہ شوق، خود نمائی، رقیب، شب فراق، آہ پر تاثیر، آہ، حسن و عشق، کامیابی، انجام، مرور انجام، صحبت دوشین، صبح، شہر کی رات، امید، دنیا بہ امید قائم، مرد چوں پیر شود حرص جواں میگرد، زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز، سواد وطن، بزم قدرت، تغیرات عالم، اداسی، عمر رفتہ، دم واپسیں ؛

بستان التفاسیر

ترجمہ اردو تفسیر فتح العزیز پارہ تبارک الذی، مصنفہ عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین الملم العلماء قدوۃ الفضلا حضرت مولینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی، ایسے شخص کی تصنیف کی کیا کوئی تعریف لکھ سکتا ہے صرف انکا نام کافی ہے گیارہ بڑی بڑی سورتوں کی تفسیر ہے، مع احادیث کے، لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ صفحات ۴۰۰ سے زائد، قیمت عہ مجلد ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظامی

الیاس یوسف نام، ابو محمد کنیت، نظام الدین لقب، نظامی تخلص باپ کا نام موید تھا وطن عام طور پر گنجہ مشہور ہے، لیکن دراصل قم کے رہنے والے تھے، چنانچہ خود سکندر نامہ میں فرماتے ہیں،

چو در گرچہ در بحر گنجہ گمم	ولے از قہستان شہر قمم

قم کے اضلاع میں تفرش ایک ضلع ہے اصل وطن یہاں تھا، لیکن چونکہ قم صدر مقام ہے اس لئے انتساب میں تفرش کے بجائے قم کا نام لیتے ہیں، نظامی کے والد بزرگوار وطن چھوڑ کر گنجہ میں آئے و نظامی[1] یہیں پیدا ہوئے سال ولادت کسی نے بیان نہیں کیا لیکن چونکہ بروایت صحیح سن وفات ۵۹۶ھ ہے اور انکی عمر عموماً ۶۳ برس کی بیان کی جاتی ہے اسلئے سال ولادت ۵۳۳ھ سمجھنا چاہیئے، نظامی کا خاندان علمی خاندان تھا انکے بھائی قوامی مطرزی مشہور شاعر ہیں انکا ایک قصیدہ ہے جسمیں تمام صنائع شاعری جمع کردیے ہیں۔ نظامی نے ابتدا میں درسی علوم کی تحصیل کی، انکے کلام سے بہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ علمی مسائل اُنکے پیش نظر ہیں خود بھی دعوی کرتے ہیں۔

ہرچہ ہست از دقیقہائے نجوم،	با یکایک نہفتہائے علوم،
خواندم و سر ہر ورق جستم	چون ترا یافتم ورق شستم

سلسلۂ طریقت میں داخی فرج زنجانی سے بیعت تھی، نظامی اگرچہ درویشانہ طبیعت رکھتے تھے لیکن شاعری ازل ہی سے ہاتھ لائے تھے گھر میں پہلے سے شاعری کا چرچا تھا اسلئے درسی علوم سے فارغ ہو کر تصنیف کا قلم ہاتھ میں لیا تو حرف موزوں نکلے مشق روز بروز بڑھتی گئی اور کلام کا شہرہ دور دور پہنچا، یہانتک کہ اس زمانہ کے تمام بڑے بڑے سلاطین نے انکی قدردانی کو لازمۂ سلطنت سمجھا اور فرمائش کر کے انسے اپنے نام پر کتابیں لکھوائیں، اسباب اسکے مقتضی تھے کہ سب سے پہلے قزل ارسلاں

[1] یہ ابن رازی اور لطف علی آذر کی تحقیق ہے لیکن سکندر نامہ کے جس شعر سے ابن رازی نے استدلال کیا ہے وہ موجودہ نسخوں میں مذکور نہیں، تفرش کی مزید تفصیل، اور نظامی کی جائے ولادت لطف علی آذر سے ماخوذ ہے،

تعلق پیدا ہونا لیکن یہ سعادت دور والوں کی قسمت میں لکھی تھی سب سے پہلے جسکو یہ عزت نصیب ہوئی وُہ بہرام شاہ تھا، نظامی نے مخزن اسرار ۵۵۹ھ میں اسی کے نام پر لکھی، اور صلہ میں اُسنے پانچہزار اشرفیان ایک قطار شتر، اور انواع و اقسام کے بیش قیمت کپڑے بھیجے، مخزن کی تصنیف کے وقت نظامی کا سن تقریباً ۲۵ برس کا تھا۔

نظامی کا وطن گنجہ، سلجوقیوں کی حدود حکومت میں واقع تھا، اور اُس زمانے میں اس سلسلہ میں سلطان طغرل بن ارسلان فرمانروا تھا، وہ نہایت دلیر، شجاع اور عدل پرور بادشاہ تھا علم و فضل میں بھی کمال رکھتا تھا، شعر و شاعری کا بھی مذاق تھا چنانچہ یہ رباعی اس کی مشہور ہے،

دی روز چنان وصال جان افروزی ، وامروز چنان فراق عالم سوزی
حیف است کہ در دفتر عمر ایام ، آن را روزے نویسد این را روزی ،

طغرل نے سلطنت کا تمام کاروبار اتابک محمد بن ایلدگز کے ہاتھ میں دیدیا تھا، جو ابتدا میں غلام تھا، اور ترقی کرتے کرتے امیر الامرا کے منصب پر پہنچ گیا تھا۔ محمد بن ایلدگز کا بھائی، قزل ارسلان جس کی مدح میں ظہیر فاریابی کا یہ شعر مشہور ہے،

نُہ کرسی فلک نہد اندیشہ زیر پائے ، تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

کاروبار سلطنت میں برابر کا شریک تھا،

اس زمانہ میں نظامی نے شیرین خسرو لکھنی شروع کی تھی، کتاب کا ابھی آغاز تھا کہ اس کے چرچے دور دور پھیل گئے، طغرل کو خبر ہوئی، اُسی وقت فرمان بھیجا کہ کتاب لکھیئے کہ یادگار رہجائے، چنانچہ دیباچہ میں لکھتے ہیں،

چو سلطان جہان شاہ جوان بخت ، کہ برخوردار باد از تاج و از تخت ،،
بہ سلطانی بہ تاج و تخت پیوست ، بجای ارسلان بر تخت بنشست ،
من این گنجینہ را در می کشادم ، ، بنای این عمارت می نہادم ،

لہ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے منکوجک غازی کو جو قائم بامراللہ کا منظور نظر تھا۔ ارزنجان اور کماخ وغیرہ کے علاقہ کا حاکم مقرر کیا تھا، اس کے خاندان میں سے بہرام شاہ نے بہت جاہ و جلال حاصل کیا، یہاں تک کہ سلطان قلیج ارسلان سلجوقی بادشاہ روم نے اپنی لڑکی بیاہ دی۔ بہرام شاہ نہایت فیاض اور بلند ہمت تھا، یہی بہرام نظامی کا ممدوح ہے جس کے نام پر انہوں نے مخزن الاسرار لکھی، (از ہفت اقلیم امین رازی) سکہ حبیب السیر،

اشارت رسنگے از درگاہ معمور ، بہ شغل بندہ القا کر و منشور ،
کز نیستان تحفہ عالی بسازد ، کہ عقل از منتش گردن فرازد ، ،

جس زمانہ میں نظامی یہ مثنوی لکھہ رہے تھے ؛ ان کے ایک دوست جو مذہب میں نہایت تعصب رکھتے تھے ، ان کے پاس آئے اور نہایت ناراضی کے لہجہ میں کہا کہ کافروں کے جھوٹ سچ قصے لکھنے سے کیا فایدہ

فسون بت پرستان بفگن از مشت ، فسوں خوانی مکن بزر ندزر دشت ،
در توحید زن کاوازہ داری ، ، چرا رسم مغاں را تازہ داری ،

لیکن نظامی نے جب مثنوی کے چند اشعار پڑھ کر سنائے ، تو اُنھوں نے بیساختہ کہا ،

چنین سحرے تو دانی ساز کردن بتے با کعبہ انباز کردن ، ،

شیرین خسرو جب انجام کو پہنچی تو محمد بن ایلدگز جو درحقیقت تاج و تخت کا مالک تھا ، وفات کر چکا تھا اور اُس کا بھائی قزل ارسلان اِس کا قائم مقام مقرر ہوا تھا ، اُس کو شیرین خسرو کے تمام ہونے کی ، خبر ہوئی تو نظامی کی طلبی کا فرمان بھیجا ، قاصد فرمان لے کر آیا ، نظامی نے آداب شاہی کے مطابق فرمان کو پہلے سر پر کہا ، پھر تین جگہ بوسہ دیکر کھولا ، چنانچہ شیرین خسرو کے خاتمہ میں خود فرماتے ہیں ،

مثال شاہ را بر سر نہادم سہ جا بوسیدم و سر بر کشادم ،

اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے ، اور دشت بیابان طے کرتے ہوئے قریباً ایک مہینہ میں پائے تخت میں پہنچے ، قاصد نے جا کر دربار میں اطلاع کی ، قزل ارسلان نے شمس الدین محمد کو حکم دیا ، کہ خود جاکر ان کو ساتھ لائے ، دربار میں پہونچے تو دیکھا کہ مجلس عیش آراستہ ہے ، ساز چھڑ رہے ہیں ، گانا ہو رہا ہی ، بادہ و جام کا دور چل رہا ہے ، قزل ارسلان نے فوراً ان کے ادب سے گانا بجانا بند کرا دیا اور تخت سے اُٹھ کر تعظیم بجالایا ۔ پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا ، ہر طرح کی باتیں ہوتی رہیں بیچ بیچ میں بزرگانہ نصیحتیں بھی کرتے جاتے تھے ، مدحیہ نظم لکھہ کر لے گئے تھے اُسکو سُنانا چاہا قاعدہ یہ تھا ۔ کہ شعراء اپنا کلام خود نہیں پڑتے تھے ، بلکہ کسی خوش لہجہ سے پڑھواتے تھے ۔ جو ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتا تھا اور اُسکو راوی کہتے تھے چنانچہ راوی نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا یہ بھی دستور تھا کہ جب قصیدہ پڑھا جاتا تھا تو شاعر کھڑا ہو جاتا تھا ۔ اور قصیدے کے ختم ہونے تک کھڑا رہتا تھا ، نظامی نے بہی اس قاعدے کو بجالانا چاہا لیکن قزل ارسلان نے قسم دلا کر منع کیا ،

چو بر پا ایستادم گفت بنشین بسوگندم نشاند این منزلت بین

راوی نے مدح کے بعد شیرین خسرو، کا قصہ شروع کیا، بادشاہ نظامی کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے نہایت شوق میں سن رہا تھا، اور بار بار بیساختہ تحسین کرتا جاتا تھا نظامی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ نے ہمیشہ کے لیئے میرا نام زندہ کر دیا، اس کا صلہ دینا میرا فرض ہے، پھر پوچھا کہ بھائی صاحب (اتابک پہلوان محمد بن ایلدکز) نے آپ کی جاگیر میں جو دو گاؤن دیئے تھے وہ آپ کو ملے یا نہیں، اُنہوں نے کہا،

بلے شاہ سعید از خاص خویشم	پذیرفت آنچہ فرمودی زبیشم
چو رخت عمر او کشتی روان کرد	مرا بے جملہ عالم رازیان کرد،

قزل ارسلان نے ایک گاؤن جس کا نام حمدونیان تھا اپنی طرف سے جاگیر میں دیا[1]،

معلوم نہیں، جان کر یا غلطی سے، گاؤن جو جاگیر میں دیا گیا وہ غیر آباد اور بنجر تھا چنانچہ نظامی نے شیرین خسرو میں اس کی شکایت اس تقریب سے کی ہے کہ حاسدون نے مجکو طعنہ دیا میں نے جواب میں کہا کہ غیر آباد ہے تو کیا، بادشاہ کا عدل اس کو آباد کر دے گا،

نظامی کی شہرت اب اس قدر عالمگیر ہو گئی تھی کہ اور سلاطین کو بھی آرزو ہوئی کہ ان سے اپنے نام پر تصنیفات لکھوائیں کہ اس ذریعہ سے اُن کا نام بھی یادگار رہ جائے - ان میں علم و فضل کی قدر دانی کے لحاظ سے سب سے ممتاز منوچہر خاقان کبیر جلال الدنیا والدین شاہ اخستان تھا، جو سلاطین شروانیہ کے سلسلہ کا درۃ التاج تھا، یہ خاندان خالص ایرانی نسل یعنی بہرام چوبین کی یادگار تھا، منوچہر نہایت علم دوست اور علم پرور تھا خاقانی ابوالعلا گنجوی (استاد خاقانی) ذوالفقار شروانی، شاہ غور وغیرہ شعرا اسی کے خوان کرم کے ریزہ خوار تھے، ابوالعلا گنجوی اسی کے دربار کا ملک الشعرا تھا، اور خاقانی کو افضل الشعرا کا خطاب اسی نے عنایت کیا منوچہر نے اپنے ہاتھ سے نظامی کو دس پندرہ سطرون کا خط لکھ کر بھیجا کہ لیلیٰ مجنون کی داستان نظم کیجئے چنانچہ دیباچہ میں خود کہتے ہیں،

درحال رسید قاصد از راہ	آورد مثال حضرت شاہ
بنبشتہ بہ خط خوب خویشم،	دہ پانزدہ سطر نغز بیشم ،
کاے محرم حلقہ غلامی ،	جادو سخن جہان نظامی
خواہم کہ بہ یاد عشق مجنون	گوئی سخنے چو در مکنون ،

[1] یہ تمام حالات تفصیل کے ساتھ خود نظامی نے شیرین خسرو کے خاتمہ میں لکھے ہیں۔

خط پہنچا تو نظامی کو تردد ہوا، اتفاق سے اُن کے صاحبزادے محمد جنکی عمر اس وقت ۱۴ برس کی تھی، اُس وقت موجود تھے، اُنہوں نے بھی تحریک کی، نظامی نے کہا جان پدر قصہ کی شہرت میں کلام نہیں، لیکن جہان کی سرگذشت ہے وہاں دلچسپی کا کوئی سامان نہیں، باغ و بہار چشمہ و سبزہ زار، رقص و سرود، شاہی درو دربار خیل وحشم جاہ و جلال، کسی چیز کا پتہ نہیں، خشک ریگ زار اور کوہستان میں کیا صنعت گری دکھاؤں گا،

نے باغ و نہ بزم شہریاری	نے رود و نہ می نہ کامگاری ،
بر خشکی ریگ و سختی کوہ ، ،	تا چند سخن رود در اندوہ

یہی سبب ہے کہ آج تک کسی نے اس قصہ کو ہاتھ نہیں لگایا، صاحبزادے نے کہا یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسا موثر اور عجیب و غریب واقعہ، نظم کی آرائش سے محروم رہ جائے، غرض نظامی نے بادشاہی ارشاد کی تعمیل شروع کی اور کچھ کم چار مہینے میں انجام پہنچائی، سال اتمام رجب ۵۸۴ھ ہے

من گفتم و دل جواب می داد ،	خار یدم، و چشمہ آب می داد
این چار ہزار بیت و اکثر ،	گفتم بہ چہار ماہ کمتر ، ،
گر شغل دگر حرام بودے ،	در چاردہ شب تمام بودے
تاریخ عیان کہ داشت باخود	ہشتاد و چہار بود و پان صد ۵۸۴ھ

نظامی نے اس مثنوی کے صلہ میں بادشاہ سے یہ خواہش کی کہ اُنکے صاحبزادے ولیعہد سلطنت کے ندیموں اور مصاحبوں میں داخل کئے جائیں۔

۱۴ رمضان ۵۹۲ھ میں سلطان غیاث الدین کرپ۱ ارسلان علاء الدین آقسنقری کی فرمائش سے ہفت پیکر لکھی، جس میں بہرام گور کا قصہ ہے،

قزل ارسلان کے مرنے کے بعد، اس کا بھتیجا یعنی محمد بن ایلدگز کا فرزند ارجمند ابو بکر نصرۃ الدین، ۵۸۷ھ میں مسند آرا ہوا۔ نظامی کو اس خاندان سے قدیم تعلق تھا، اس وقت تک اُنہوں نے جو کتابیں لکھی تھیں، سلاطین وقت کی . . . . فرمائش سے لکھی تھی لیکن سکندر نامہ اپنی خواہش سے اور ابو بکر نصرۃ الدین کے نام سے موسوم کیا، یہ کتاب ۵۹۹ھ میں انجام کو پہنچی، چنانچہ خود سکندر،

۱؎ اس کا حال نہ معلوم ہو سکا ۱۲ م

نامۂ بحری کے خاتمہ میں لکھتے ہیں۔

بہ پایان شد این داستانی دری	بہ فیروز فالی و نیک اختری
ز ہجرت چنان بردہم یادگار ،	نود و نہ گزشتہ ز پانصد شمار

کتاب لکھہ کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی تو مقررہ رقم کے علاوہ سواری کا گھوڑا بیش،، قیمت کپڑے خلعت وغیرہ عطا ہوئے۔

اساتذہ سے میں نے سنا ہے کہ سلاطین وقت نظامی کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ ایک بادشاہ نے اپنی لڑکی، ان کے بیٹے سے بیاہ دی تھی، میں نے کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں دیکھا۔ لیکن سکندر نامہ بحری کے خاتمہ سے اس قدر بہ تصریح ثابت ہوتا ہے کہ نظامی نے اپنی صاحبزادی اور اپنے فرزند محمد کو، نصرۃ الدین کی خدمت میں بھیجا تھا، چنانچہ کہتے ہیں،

دو گوہر برآمد ز دریائے من ،	فروزندہ از ردی شان رائے من
یکے عصمتے مریمے یافتہ ،	یکے نور عیسیٰ بروتافتہ ،،،
فرستادم ہر دو را زد شاہ	کہ یاقوت را دُرج دارد نگاہ ،
عروسے کہ دور اوز مادر بود ،،،	بہ از پردہ دارش برادر بود ،،،
بیابا چو آید بر شہریار ،	چنین پردگی را چنان پردہ دار
چو من نزل خاص تو جان دادہ ام	جگر بیز با جان فرستادہ ام

اخیر شعر سے صاف یہ راز کھل جاتا ہے،

اس کتاب کے تصنیف کے وقت اُن کی عمر ۶۳ برس کی تہی، چنانچہ جہان اور حکماء کے مرنے کا الگ الگ عنوان قائم کیا ہے اپنے نام کی بہی سُرخی قائم کی ہے اُس کے ذیل میں لکھتے ہیں،

نظامی چو این داستان شد تمام	بہ عزم شدن تیز برداشت گام
فزون بود شش مہ ز شصت و سہ سال	کہ بر عزم رہ بر دہل زد دوال ،،

لہ سکندر نامہ بحری کے خاتمہ میں یہ تصریح ہے لیکن تعجب ہے کہ نقد رقم صرف ہزار لکھی ہے اگر یہ ہزار دینار بہی فرض کر لئے جائیں۔ تب بہی ایسی رقم ہے جو نہ نظامی کے شایان ہے نہ ایک مشرقی بادشاہ کے چہرے پر کھلتی ہے،

اس کتاب پر اُن کی شاعری اور عمر دونوں کا خاتمہ ہوا، سال وفات میں سخت اختلاف، ہے، دولت شاہی میں ۵۹۶ھ لکھا ہے، لیکن یہ خود نظامی کی تصریح کے خلاف ہے، تقی کاشی نے، ۶۰۶ھ لکھا ہے، جامی ۵۹۲ھ بیان کرتا ہے، لیکن اسفدر قطعی ہے کہ ۵۹۹ھ کے بعد اُنکی وفات ہوئی ہے، اور غالباً چھٹی صدی سے آگے نہیں بڑھے،

چونکہ اُنہوں نے تمام عمر گوشۂ عزلت سے قدم نہیں نکالا، نہ لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے تھے اسلیے اُنکی زندگی کے حالات و واقعات بہت کم معلوم ہیں، عام تذکرہ نویس، ان کے اس وصف کے نہایت مداح ہیں، کہ وہ بادشاہوں کی خوشامد اور دربار داری سے بالکل پاک تھے، البتہ جو سلاطین اُنکے ساتھ ارادت و اعتقاد کے پاس پیش آتے تھے، اُن پر بزرگانہ عنایت کرتے تھے، لیکن اُنکی کتابوں میں سلاطین کی جو مدحیں ہیں۔ اُن میں وہی حد سے زیادہ مبالغہ، خوشامد اور تملق ہے جو عام مداحوں کا انداز ہے اس سے بڑھکر یہ کہ جس بادشاہ کا ذکر کرتے ہیں، اس طرح کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکو اِس کے سوا کسی دربار سے تعلق نہیں اور وہ اِسکو فرمانروائے عالم سمجھتے ہیں، بے شبہ اُنہوں نے مدحیہ قصائد نہیں لکھے لیکن مثنویوں میں اس زور کی مدحیں لکھیں جن کے آگے قصائد کی کوئی ہستی نہیں، ملاحظہ ہو

ولایت ستان شاہ گیتی پناہ ، ، فریدوں کمر بلکہ خاقان کلاہ ، ،
ستارہ کہ بر چرخ ساید سرش ، زدہ سکۂ عبدہٗ بر درش ،
چو تیر از کمان کمین افگند ، ، سر آسمان بر زمیں افگند
فرنگ و فلسطین و رہبان روم ، ، پذیرائے فرمان مہرش چو موم

اس سے زیادہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ بادشاہوں کے سامنے اپنے آپ کو، جس حیثیت سے پیش، کرتے ہیں، وہی ہوتی ہے، جو گدا پیشہ شاعروں کا انداز ہے یعنی حضور کا نمک خوار ہوں، غلام ہوں بندۂ درگاہ ہوں، حضور کی ذراسی توجہ سے میرے سارے کام بن جائیں گے، حضور ہی میری مشکلوں کو حل کر سکتے ہیں۔

کلام: پنج گنج کے سوا، نظامی کا اور بہت سا کلام تھا۔ جو آج مفقود ہے، دولت شاہ کا بیان ہے کہ اس میں غزلیں، موشحات اور صنائع کے بیس ہزار شعر تھے، تذکروں میں چند قصائد، قطعات اور غزل کے جستہ جستہ اشعار پائے جاتے ہیں، تعجب یہ ہے کہ عشقیہ شاعری کی نقش آرائیاں،

انہی کی بدولت وجود میں آئیں۔ لیکن غزلیں پھیکی اور بے مزہ ہیں ملاحظہ ہو،

خوشا جانے کزو جانے بیاسود
نہ درویشے کہ سلطانے بیاسود

نکوئی برنکو روئے بنا ناد، ،
کہ از لبہاش و دندانے بیاسود

بہ عمر خود پریشانی مبیناد
دلے کزوے پریشانے بیاسود

مرا گوئی کہ چونی؟ چونم اے دوست،
جگر پُر درد و دل پر خونم اے دوست؛

شنیدم عاشقان را مے نوازی، ،
مگر من زان میان بیرونم اے دوست

پیش تو کردہ ام عیان حال تباہِ خویش را
تا تو نصیحتے کنی چشم سیاہِ خویش را،

سرزنشم مکن کہ تو شیفتہ نہ زمن شوی،
گر نگری در آئینہ روے چو ماہِ خویش را،

ختنی جمالی اے مہ زحبش چہ نام داری، ،
تو بجز خطے و خالے زحبش کدام داری،

حبشی منم نہ در تن ہمہ سوختست خونم
ختنی توئی کہ در بر ہمہ سیم خام داری

حبشی است رنگ مو بین، ختنی است رنگ و بیت
تو میان این دو کشور بہ کجا مقام داری ٭

حبشی سفید نبود، ختنی نمک نہ دارد
تو بغایت سفیدی نمکے تمام داری ٭

انہی بوڑھے عمروں میں، کبھی کبھی بڑے شوخ جملے بھی زبان سے نکل جاتے ہیں،

بوسہ می خواہم از آن لب تو چہ می فرمائی
گر صواب است بگو ورنہ خطائے بکنم

میں لب کا ایک بوسہ چاہتا ہوں، کہیئے کیا رائے ہے ٭
مناسب ہو تو بہتر ورنہ نامناسب ہی کیا جائے

قصیدے بہت ہیں، لیکن ان میں بھی کوئی خاص بات نہیں سنائی کا انداز ہے اخلاق اور تصوف کو ترکیب دیکر کہتے ہیں، لیکن سنائی سے بہت پیچھے ہیں، اس لئے مقبول نہ ہو سکے، البتہ ایک قطعہ نہایت صاف شستہ اور پُر لطف کہا ہے، جس کا آج تک جواب نہ ہو سکا،

دوش رفتم بہ خرابات و مرا راہ نبود،
می زدم نالہ و فریاد کس از من نشنود

یا نہ بد ہیچ کس از بادہ فروشان بیدار
یا کہ من ہیچ کسم، ہیچ کسم، در نکشود

پاسے از شب بگذشت بیشترک، یا کمتر
رندے از غرفہ برون کرد سر و رخ بنمود

گفت خیر است درین وقت کرا میخواہی ٭
بے محل آمدنت بر در ما بہر چہ بود،

گفتمش در بکشا گفت برو ہرزہ مگوی ٭
کاندرین وقت کسے بہر کسے در نکشود

این نہ مسجد کہ بہر لحظہ درش بکشایند | کہ تو دیر آئی واندر صف پیش استی زود،
این خرابات مغان ست، درو رندانند | شاہد و شمع و شراب، و شکر و نای و سرود،
ہر چہ در جملۂ آفاق در ینجا حاضر | مومن و برہمن و گبر و نصارا و یہود
گر تو خواہی کہ دم از صحبت ایشان بزنی | خاک پائے ہمہ شو تا کہ بیابی مقصود

عصمت بخاری اور عرفی نے قوافی بدل کر اس کا جواب لکھا ہے، لیکن جواب نہو سکا۔

عصمت کا قطعہ یہ ہے،

سرخوش از کوئی خرابات گذر کردم دوش | بہ طلب گاری ترسا بچۂ بادہ فروش
پیشم آمد بہ سر کوچہ پری رخسارے | کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش،
گفتم این کوی چہ کوی ست و ترا خانہ کجاست | اے مہ نو خم ابروی ترا حلقہ بگوش
گفت تسبیح بہ خاک افگن و زنار بہ بند | سنگ بر شیشۂ تقویٰ زن و پیمانہ بنوش
بعد ازان پیش من آتا بتو گویم سخنے | راہ بنمایم اگر پر سخنم داری گوش،
وین بر افگندہ و مدہوش دویدم در پیش | تا رسیدم بہ مقامے کہ دین ماند و نہ ہوش
دیدم اندور گروہے ہمہ دیوانہ و مست | از خم بادۂ عشق آمدہ در جوش و خروش
بے مئی و جام صراحی ہمہ در نوشا نوش | بے مئی و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرود
چون سر رشتۂ ناموس برفت از دستم | خواستم تا سخنی پرسم ازو گفت خموش
این نہ کعبہ است کہ بے پا و سر آئی بہ طواف | وین نہ مسجد کہ چنین بے ادب آئی بخروش
این خرابات مغان است و درو رندانند | از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش،

قصیدہ میں ان کی یہ خصوصیت لحاظ کے قابل ہے کہ اگرچہ اُن کو مختلف درباروں سے تعلق تہا اور جسقدر مثنویان لکہیں، سب کسی نہ کسی فرمانروا کے نام پر لکہیں، تاہم قصیدہ کو اُنہوں نے مدّاحی سے آزاد رکھا، اور یہ بتایا کہ شعر کی اس عمدہ صرف سے اور بھی مفید کام لئے جا سکتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان کے نقش قدم پر کوئی نہ چلا، قصیدے اُس وقت سے آج تک خوشامد کی طرز میں ادا کئے جاتے ہیں،

نظامی کی شاعری

نظامی نے شاعری کو جس طرح ترقی دی، اور جو باتیں اُس میں پیدا کیں، اُن کو ہم تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں، لیکن پہلے ان سب کو اجمالاً لکھ دینا چاہیے تاکہ یکجائی طور سے سب باتیں پیش نظر ہو جائیں۔ ان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں،

(۱) جامعیت یعنی شاعری کی ہر صنف کو اُنہوں نے ترقی دی،

(۲) زور کلام،

(۳) بلاغت،

(۴) جدت استعارات اور تشبیہات،

(۵) ایجاد و اختراع اور قوت تخییل۔

(۶) اولیات یعنی بہت سی باتیں اول انہی نے ایجاد کیں،

ہم ایک ایک کو تفصیل سے لکھتے ہیں،

جامعیت۔ ایران میں جس قدر شعراء گزرے ہیں وہ خاص خاص انواع شاعری میں کمال رکھتے تھے، مثلاً فردوسی رزم کا مرد میدان ہے عشقیہ شاعری میں اسکو کمال نہیں، سعدی، اخلاقی اور عشقیہ شاعری کے پیغمبر ہیں، لیکن رزم میں پھیکے ہیں۔ چنانچہ سکندر نامہ کی طرز پر شاطر اصفہانی جو حکایت بوستان میں لکھی ہے اگرچہ اسمیں اپنا پورا زور صرف کر دیا ہے، لیکن وہ بور جاپن نہیں جاتا۔ ایک مصرع نہایت زور شور کا ہے دوسرے میں دفعۃً پست ہو جاتے ہیں خیام صرف فلسفہ لکھہ سکتا ہے حافظ صرف غزل لکھہ سکتے ہیں، بخلاف اسکے نظامی نے رزم، بزم، فلسفہ عشق، اخلاق سب کچھ لکھا ہے اور جو کچھ لکھا ہے لاجواب لکھا ہے، البتہ مدح اُنسے نہیں بن پڑتی لیکن مدح کوئی شاعری نہیں۔ شاعر بھاٹ نہ ہو تو اس کی شاعری میں کیا نقص ہے،

نظامی کی انواع شاعری پر الگ الگ بحث آگے آتی ہے،

اولیات، نظامی۔ بہت سی باتوں کے موجد ہیں،

مثلاً سب سے پہلے انہی نے پانچ مختلف بحروں میں مثنویاں لکھیں، جس کی تقلید اسوقت سے

آج تک تمام بڑے بڑے شعرا کرتے آئے ہیں، چنانچہ اُن کے خمسہ پر تمام شعرا نے خمسہ لکھا ہے
مخزن اسرار اور ہفت پیکر کی بحر کو اول انہی نے مثنوی میں داخل کیا،
سب سے پہلے انہی نے ایک مثنوی (مخزن اسرار) میں پانچ نعتیں لکھیں اور ہر ایک کا جُدا
رنگ ہے،

سب سے پہلے انہی نے فلسفیانہ مباحث کو نظم کیا،
سب سے پہلے انہی نے ساقی نامہ کا خاکہ قائم کیا،
سب سے پہلے اُنہی نے قصیدہ کو مدح سے پاک کیا،

زور، کلام نظامی سے پہلے شعرا کا کلام، صفائی، سادگی، شستگی تک محدود رہا تھا اور انہیں چیزوں کے
کمال سے شاعری کے کمال کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ نظامی پہلے شخص ہیں جس نے ترکیبوں میں چستی اور
کلام میں زور، بلندی، اور شان وشوکت پیدا کی عرفی اور ابوالفضل کی نظم ونثر کا زور مشہور ہے
مگر دونوں پر نظامی ہی کا اثر ہے یہاں تک کہ ظفرا نے کہدیا کہ ابوالفضل نے سکندر نامہ ہی کو لیکر
نثر کر دیا ہے،

فردوسی کے زمانہ تک روزمرہ اور بول چال کی زبان خالص فارسی تھی چنانچہ مثنویوں کی زبان
وہی رہی، البتہ قصائد میں جس سے فاضلی اور علمی قابلیت کا اظہار بھی مقصود ہوتا تھا، عربی الفاظ
اور ترکیبیں کثرت سے شامل ہوجاتی تھیں۔ یہانتک کہ علوم عربیت کے گھر گھر پھیل جانے سے روزمرہ
کی زبان بھی وہی مخلوط عربیۃ فارسی ہوگئی۔ اب عربی الفاظ کا جدا کرنا، فارسی زبان کا بدمزہ اور بے
اثر کردینا تھا اس لئے نظامی نے اس باب میں فردوسی کی تقلید نہیں کی، بلکہ اسی زبان کو لیا جو
ملک اور قوم کی عام زبان تھی، لیکن ان کی نکتہ سنجی یہ ہے کہ عربی اور فارسی کے جو لفظ انکے ہاں آتے ہیں،
وہ ہوتے ہیں کہ اس کا ہم معنی کوئی لفظ اس لفظ اور شان وشوکت تمام زبان میں نہیں مل سکتا، یہی
بات ہے کہ اُن کے کسی مضمون کو جب کوئی شاعر اپنے لفظوں میں ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ شان قائم
نہیں رہتی، مثلاً انکا یہ شعر کمند کی تعریف میں ہے،

کمند اژدہائے مسلسل شکنج ‍ ‍ ‍ ‍ دہن باز کردہ بہ تاراج گنج،

سعدی اسی مضمون کو لیکر یوں تصرف کرتے ہیں،

بصیغۂ شہر بران پرخاشش ساز | کمند اژدہا ہائے دہن کردہ باز

دونون کے مضمون اور معنی میں جو فرق ہے اس سے یہان بحث نہیں لیکن الفاظ کی ساخت اور ترکیب پر غور کرو، کسقدر فرق ہے۔ مسلسل، شکنج، تارن گنج، یہ الفاظ اور ان کی پرزور ترکیب سعدی کے ہاں کہاں ہے،

فردوسی، سعدی، اور نظامی کے ہان جو مضامین مشترک ہیں، انکا باہم موازنہ کرو، بلاغت سے قطع نظر الفاظ کی شکوہ و شان اور ترکیبوں کی چستی اور نظم و نسق میں نظامی کا کلام علانیہ ممتاز نظر آئیگا نمونہ کیلیئے ہم صرف دو ایک مثالین درج کرتے ہیں،

فردوسی خدا کی ذات اور عالم غیر عنصری کے ادراک کی حد سے خارج ہونے کو اس طرح ادا کرتا ہے،

نیابد بدو نیز اندیشہ راہ	کہ او برتر از نام و از جایگاہ ،
سخن ہر چہ زین گوہران بگذرد ،	نیابد بدو راہ جان و خرد ،
ازین پردہ تر سخن گاہ نیست ،	بہ ہستیش ، اندیشہ را راہ نیست

نظامی اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں ،

اسا سے کہ در آسمان و زمی است	بہ اندازہ فکرت آدمی است
شود فکر اندازہ را رہنمون ،	سر از حد اندازہ نارد برون ؛
بہر پایۂ دست چندان رسد	کہ آن پایہ بالعد بہ پایان رسد ،
چو پایان پذیرد و حد کائنات	نماند ور اندیشہ دیگر جہات
نبیند رشید اندیشہ افزون ازین ،	کہ ہستی نہ ، بلکہ بیرون ازین ہا

اسی مضمون کے قریب قریب یہ اشعار ہیں،

چنان برکشیدی و بستی نگار ،	کہ بہ زان نیارد خرد در شمار
چنان بستی این طاق نیلوفری	کہ اندیشہ را نیست زو برتری
چنان آفریدی زمین و زمان ،	ہمان گردش انجم و آسمان
کہ چندان کہ اندیشہ گرد و بلند	سر خود بروں ناورد زین کمند ،

شاید تم کو خیال ہو کہ فردوسی کے بہت سے الفاظ اب نامانوس ہیں، نظامی ان کے بجائے متداول الفاظ لاتے ہیں، اس کے سوا، نظامی کو یہ موقع حاصل ہے کہ جہاں فارسی الفاظ سے شان و شکوہ پیدا ہو سکے، وہاں عربی الفاظ سے کام لیں، فردوسی، اپنے التزام کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتا، لیکن یہ خیال صحیح نہیں، نظامی جہاں خود فردوسی کی بولی بولتے ہیں، وہاں بھی یہ فرق قائم رہتا ہے، عناصر کی ابتدا اور اُن کی ترکیب کو دونوں نے لکھا ہے اور خالص سادہ فارسی میں لکھا ہے، فردوسی،

از آغاز باید کہ دانی درست	سر مایۂ گوہران از نخست
یکے آتشے بر شدہ تابناک	میاں باد و آب از بر تیرہ خاک،
نخستین کہ آتش ز جنبش دمید،	ز گرمیش پس خشکی آمد پدید،
وزان پس ز آرام سردی نمود،	ز سردی ہماں باز تری فزود،
چون این چار گوہر بجائے آمدند	ز بہر سپنجی سرائے آمدند،
گرہا یک اندر دگر ساختہ،	ز ہر گونہ گردن برافراختہ،

یعنی عناصر (گوہر) کی ابتدا یوں ہوئی کہ پہلے آگ بلندی پر پیدا ہوئی، اس کے پیچھے ہوا، پھر پانی، پھر خاک، آگ حرکت سے پیدا ہوئی، اس کی حرارت کی وجہ سے یبوست پیدا ہوئی پھر سکون کی وجہ سے برودت کا وجود ہوا، برودت نے رطوبت پیدا کی، یہ عناصر باہم ترکیب پاکر عالم بنا، نظامی

ز گشت سپہر آتش آمد پدید،	کہ آتش بہ نیروی گردش دمید
ز نیروے آتش ہوائے کشاد	کہ مانند او گرم دارد نہاد،
بہ باد سے گراینده شد گوہرش	کہ گردندگی دور بود از برش
چکید از ہوا ترّے در مغاک	پدید آمد آبے چنان مغز و پاک،
چو ہر چار گوہر بہ امر خدائے	گرفتند بر مرکز خویش جائے،
مزاج ہمہ در ہم آمیختند	دز ور سفینہا برانگیختند

ان اشعار میں امر، مرکز، مزاج کے سوا باقی تمام الفاظ فارسی ہیں، لیکن فردوسی کے الفاظ اور ترکیب الفاظ میں وہ بلندی اور شان نہیں، جو نظامی کے ہاں ہے، گشت سپہر، نیرو، نہاد، گراینده گردندگی، مغاک، نغز، ان الفاظ اور اُن کی حسن ترکیب سے جو بات پیدا کی مذاق صحیح اس کا اندازہ

کرسکتا ہے،

اسی مضمون کو ایک اور جگہ لکھا ہے،

نخستین طلسمے کہ پرداختند	زمین بود ترکیب از و ساختند
چو نیروے جنبش درو کرد کار،	بافسردگی زو د آمد نجار،،
ازو ہر چہ رخشندۂ پاک بود،،،	سزاوار اجرام افلاک بود،
دگر بخشہا کان بلندی نداشت	بہر مرکزے مایۂ می گزاشت،،
یکے بخش ازو آتش روشن است	کہ بالاترین طاق این گلشن است
دگر بخش ازو باد جنبندہ خو است	کہ تا او نہ جنبندہ زندانی کو است
سوم بخش ازو، آب راوق پذیر،،	کہ ہستش ز راوق گری ناگزیر،،

ان اشعار میں اکثر فلسفیانہ اصطلاحات کو عربی کے بجائے فارسی میں ادا کیا ہے، مثلاً

عربی	فارسی	عربی	فارسی
قوت حرکت	نیروی جنبش	تسر	افسردگی
نوع	بخش	مادہ	مایہ
متحرک بالطبع	جنبندہ خو	سیال	راوق پذیر

نظامی کے اشعار کا سعدی سے مقابلہ کرو، تو یہ فرق اور واضح ہوجاتا ہے، مثلاً نظامی انقلابات زمانہ اور واقعات عالم کی عبرت انگریزی کو اس طرح ادا کرتے ہیں

فلک بر بلندی، زمین بر مغاک ؎	یکے طشت خون شد، یکے طشت خاک
نوشتہ برین ہر دو آلودہ طشت،	ز خون سیاوش بسے سرنوشت

سعدی اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں،

ز دل تیشہ یک روز بر تل خاک	بگوش آمدم نالۂ دردناک،،،
کہ زنہار اگر مردی آہستہ تر	کہ چشم و بنا گوش و روی است و سر
جوانی شد و زندگانی نماند	جہان گوہمان، چون جوانی نماند

عہد شباب کی حسرت کو دونوں نے لکھا ہے نظامی کہتے ہیں،

چو باد خزانی در افتد بہ باغ ، ، ‌ نماند رہا جائے بلبل بزاغ ، ،

بود برگ ریزان چو شاخ بلند ‌ دل باغبان زان شود دردمند

بنال اے کہن بلبل سالخورد ‌ کہ رخسارۂ سرخ گل گشت زرد

دوتا شد سہی سرو آراستہ ؛ ‌ کہ یورش از باغ برخاستہ ،

فرومانده ستم زسے خواستن ، ‌ گران گشت پایم ز برخاستن

تنم گونۂ لاجوردی گرفت ، ، ، ‌ گلم سرخی انداخت زردی گرفت

ہیون ردنارہ زرہ ماند باز ، ، ، ‌ ببالین گہ آمد سرم رابنساز

سعدی لکھتے ہیں،

چو باد صبا بر گلستان وزد ‌ چمیدن درخت جوان راسزد

نہ زیبد مرا با جوان چمید ‌ کہ بر عارضم صبح پیری دمید

شمار است نوبتا برین خوان نشست ‌ کہ مارا تنعم بشستیم دست ،

گل سرخ رویم نگر زر تاب ‌ فرو رفت چون زرد شد آفتاب

گلستان مارا طراوت گزشت ‌ کہ گلدستہ بندد چو پژمردہ گشت :

قوت تخییل | شاعری کے تمام نازک اور مشکل مقامات میں انکی جدت اور اختراع عجیب وغریب صنائع عیاں ، نظر آتی ہیں قصہ کے خاکے کھینچنے میں ترتیب واقعات میں ، تمہیدمیں ، واقعہ نگاری میں ، بندش مضامین میں استعارات میں ، مبالغوں میں ، ہر جگہ نیا انداز نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ انکی قوت تخییل (انجینش) کسقدر قوی اور دست برہے

بادشاہ کی مدح لکھتے ہیں ، اور یہ تمہید اٹھاتے ہیں ،

علم برکش اے آفتاب بلند ‌ خرامان شو اے ابر مشکین پرند ،

بنال اے دل رعد چون کوس شاہ ‌ بخندائے لب برق چون صبحگاہ ،

ببار اے ہوا قطرۂ ناب را ‌ بگیر اے صدف در کن آن آب را

برآ اے در از قعر دریائے خویش ‌ بہ تاج سر شاہ کن جائے خویش

قدیم خیال یہ تہا کہ آفتاب کی گرمی سے بخارات پیدا ہوتے ہیں ، اس سے بادل پیدا ہوتے ہیں بادل برستا ہے تو سیپ کے منہ میں جو قطرے پڑتے ہیں ، موتی بنجاتے ہیں ، ان خیالات کی بناپر

نظامی کہتے ہیں،

او آفتاب، علم اٹھا، او سیاہ پوش بادل، آہستہ آہستہ چل،

اور نقارۂ شاہی کی طرح کڑک   او بجلی صبح کی طرح ہنس،

او ہوا، قطرے برسا، او سیپ قطرہ کو لیکر موتی بنا، او موتی، دریا کی تہ میں سے نکل،

اور نکل کر بادشاہ کے تاج پر جگہ لے،

بات اتنی تھی کہ بادشاہ کا تاج جواہر نگار ہے لیکن شاعر کو قوت تخیل کے ذریعہ سے یہی بات اس صورت میں نظر آتی ہے کہ عالم کا تمام کاروبار، صرف بادشاہ کے اوج و شان بڑھانے کے لئے ہے، اس کی قوت خیالیہ اس سے بھی آگے بڑھتی ہے ممدوح کے بل پر اس کو تمام عالم اپنا محکوم نظر آتا ہے اور وہ حکمانہ انداز سے آفتاب، بادل، رعد، برق، اور ہوا کو حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے کام انجام دیکر موتی تیار کرو، تاکہ بادشاہ کے تاج پر ٹانکے جائیں۔ اس کے ساتھ انداز بیان کے زور، الفاظ کی شوکت، بندش کی درو بست کو دیکھو، طلسم کا عالم نظر آتا ہے پھر خیال کرو کہ ایک ایک مختلف حالت کو کس طرح صرف ایک ایک مصرع میں لکھا دیا ہے؛

مثال ۲۔ سکندر نامہ میں متعدد جگہ آفتاب کے غروب اور طلوع کو، بیان واقعہ کی حیثیت سے لکھا ہے، لیکن ہر جگہ ایک نیا پیرایہ قائم کیا ہے، مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں،

چو یاقوت خورشید را دزد برد   بہ یاقوت جستن جہاں پے فشرد

بہ دزدی گرفتند مہتاب را   کہ این بُرد آن گوہر ناب را،

یعنی جب آفتاب کا یاقوت، چوری گیا تو زمانہ نے یاقوت کے ڈھونڈھنے کے لئے دوڑ دھوپ شروع کی؛ آخر چاند کو جا کر پکڑا کہ اس نے یہ جوہر چرایا ہے، چونکہ آفتاب کے غروب کے بعد، چاند نکلتا ہے، اس لئے اس کو چور قرار دیا،

کہ چون آتش روز روشن گزشت   پر از دود شد گنبد تیز گشت

شب از ماہ بر بست پیرایۂ،   شگفتی بود نور در سایۂ،

یعنی جب دن کی آگ بجھ گئی تو دھواں اٹھا یعنی رات؛ اور گنبد (آسمان) میں بھر گیا، رات نے چاند کا زیور پہنا لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی کہ سایہ میں نور نظر آتا ہے،

دگر روز کین ساقی صبح خیز — زمی کرد بر خاک، یاقوت ریز،،
(ریعنے دھوپ)

چو خورشید بدبرز دسرازین گنج نیل، — فرو شست گردون قبا را زنیل
چو در برقع کوہ رفت آفتاب — سر روز روشن، فرو شد بخواب
شب تیرہ چون اژدہای سیاہ — زماہی برآورد سر سوئے ماہ،،
سیہ کرد بر شبروان راہ را — فرو برد چون اژدہا ماہ را،،،
سیاہ سحر چون علم برکشید — جہان، حرف شب را قلم درکشید
چو سلطان شب، چتر بر سر گرفت — سواد جہان راہ عنبر گرفت،،
ستارہ چنان گنج از زر فشاند — کہ مہد زمیں گاو، بر گنج راند،،
کہ چون شاہ چین صبح را بار داد — عروس عدن، دُر، بہ دینار داد،،
(رات، ستارے، آفتاب)
چو شب در سرآورد کحلے پرند، — سر مہ وز آمد بہ مشکین کمند،

استعارات اور تشبیہات نظامی کی خصوصیات شاعری میں نہایت نمایاں خصوصیات استعارات اور تشبیہات کی جدت ہے استعارہ اور تشبیہ اگر صرف حسن کلام اور تفنن طبع کے کام آئے تو وہ کوئی بڑی چیز نہیں، لیکن بعض استعارے یا تشبیہات ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر اصل مضمون پر پڑتا ہے، یعنی مضمون کا زور بڑھ جاتا ہے، جو بات صفحوں میں ادا ہو سکتی ہے ایک لفظ سے ادا ہو جاتی ہے صورت واقعہ کی تصویر اس طرح سامنے آجاتی ہے کہ کسی اور طرح سے نہیں آسکتی تھی اس قسم کے استعارات اور تشبیہیں اور شعراء کے ہاں بہت کم پائی جاتی ہیں، لیکن نظامی کا کلام ان سے بھرا پڑا ہے مثلاً دارا جب زخم کھا کر گرا ہے اس موقع پر اس واقعہ کو یوں ادا کرتے ہیں۔

نسب نامۂ دولت کیقباد — ورق بر ورق ہر سوئے بُرد باد،

دارا سلسلہ کیانی کا اخیر فرمانروا تھا، اور اس کے مرنے سے گویا، اس عظیم الشان خاندان کی، تاریخ مٹ گئی، اس مضمون کو تشبیہ نے کس قدر مؤثر اور بلند کر دیا، دارا کو خاندان کیانی کا نسب نامہ کہا، یعنی جس طرح نسب نامہ میں تمام خاندان کے نام درج ہوتے ہیں، دارا کا وجود گویا تمام خاندان کا وجود ہے، اور اسکے دیکھنے سے کیقباد، کیخسرو، کیکاؤس سب کی مجموعی عظمت و شوکت،

آنکھوں میں پھر جاتی ہے، پھر اس کے مرنے کو یوں بیان کو کیا کہ نسب نامۂ کیانی کا ایک ایک ورق اڑ گیا
اسی مضمون کو ایک اور تشبیہ کے ذریعہ سے ادا کیا ہے،

بہار فریدون و گلزار جم | زباد خزان گشت تاراج غم

سکندر نے جب دارا کی سسکتی لاش کو اپنے زانو پر رکھ لیا ہے، اس موقع پر کہتے ہیں،

بخستہ رابر سر ران نہاد | شب تیرہ بر روز رخشان نہاد

سکندر نے جب دارا کو گستاخانہ جواب لکھا ہے، تو دارا کہتا ہے،

ازان ابر عاصی چنان ریزم آب | کہ نارد دگر دست بر آفتاب،
اس سرکش بادل کو اس طرح نچوڑوں گا، | کہ پھر آفتاب پر ہاتھ نہ بڑھا سکے،،،

سکندر نے جب ایک حبشی سردار پر حملہ کیا ہے تو حملہ کی تیزی اور زور کو اس طرح ادا کرتے ہیں

بہ کبک دری چون درآید عقاب | چگونہ چہد بر زمین آفتاب،
ازان تیز تر خسرو پیلتن، | بہ تندی در آمد بہ آن اہرمن،،

آفتاب سورج کو بھی کہتے ہیں اور دھوپ کو بھی اس موقع پر بلاغت کے انداز کو دیکھو، تشبیہ سے
ابتدا نہیں کی، بلکہ مخاطب سے کہتے ہیں، کہ تم کو خیال ہے کہ عقاب، چکور پر کیونکر گرتا ہے، دھوپ
کسطرح زمین پر فوراً چھا جاتی ہے؟ اس سے مقصد یہ ہے، کہ پہلے مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح
یہ سماں قائم ہو جائے، پھر کہتے ہیں "اس سے بھی زیادہ تیزی اور زور کے ساتھ سکندر نے اس دیو
پر حملہ کیا" حملہ کی خاص حالت سے قطع نظر کر کے سکندر کو آفتاب اور حریف کو زمین سے تشبیہ دینا
یوں بھی موزوں تھا، تشبیہ مرکب نے اس لطف کو اور دوبالا کر دیا ہے،

سکندر نے جب ایک روسی پہلوان پر کمند پھینکی ہے، اس موقع پر کہتے ہیں،

کمند عدو بند را شہریار،، | بینداخت چون چنبر روزگار،

کہنا یہ تھا کہ سکندر نے اس طرح کمند پھینکی کہ حریف کسی طرح اس سے بچ نہیں سکتا تھا اس
مضمون کو چنبر روزگار کی تشبیہ نے کس قدر پرزور کر دیا،

رسول اللہ صلعم نے جب خسرو پرویز کو خط لکھا ہے تو خط میں عرب کی رسم کے مطابق،
اپنا نام خسرو کے نام سے پہلے لکھا ہے، خسرو نے خط کھولا تو چونکہ ایران میں بادشاہ کا نام عموماً

تحریروں میں پیشانی پر لکھا جاتا ہے، رسول اللہ کا نام سرنامہ پر دیکھ کر خسرو سخت جھلا اٹھا اور خط کو پرزے پرزے کر کے پھینک دیا، اس موقع کو نظامی نے شیرین خسرو میں جہاں لکھا ہے خسرو کی جھلاہٹ اور برہمی کو اس طرح تشبیہ کے ذریعہ سے ادا کرتے ہیں،

چو عنوا ان گاہ عالم تاب را دید ۔ توگفتی سگ گزیدہ آب را دید،،

دیوانہ کتا جب کسی کو کاٹ کھاتا ہے تو سگ گزیدہ پانی کو دیکھ کر بڑے زور سے جھجکتا ہے اب تشبیہ کے تمام اجزا پر خیال کرو، رسول اللہ کا خط آب شیرین ہے خسرو نے چونکہ رسول اللہ کے خط سے بے ادبی کی ہے، اس لئے شاعر اس کو سگ نجس سمجھتا ہے فوری اور شدت کی جھلاہٹ سگ گزیدہ کی اس مخصوص حالت سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی، ان سب باتوں کو پیش نظر رکھو، تو نظر آئے گا کہ یہ مضمون جس طرح اس تشبیہ سے ادا ہو سکتا تھا، اور کسی طرح ادا نہیں ہو سکتا تھا،

قدما اور متاخرین کی خصوصیات جدا جدا ہیں اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گو قدما کی، متانت، پختگی، جزالت، کے مقابلہ میں متاخرین کا کلام سبک معلوم ہوتا ہے تاہم متاخرین کی بعض بعض خصوصیتیں اس قابل ہیں کہ اُن پر رشک کیا جائے، ان میں ایک تشبیہات کی لطافت اور استعارات کی نزاکت ہے، قدما آس پاس کی چیزوں سے سادہ سادہ تشبیہیں پیدا کرتے تھے استعارے بھی سادے اور سہل الماخذ ہوتے تھے، لیکن متاخرین کے زمانہ میں تمدن بہت ترقی کر گیا تھا اسلئے انسانی احساسات نازک اور لطیف ہو گئے تھے، اس بنا پر اب قدما کی تشبیہیں بے مزہ ہو گئی تھیں اس کو مادیات کے ذریعہ سے یوں سمجھو کہ جب کسی قوم کا تمدن ابتدائی حالت میں ہوتا ہے تو وہ نہایت تیز اور کرخت خوشبو کو پسند کرتی ہے اور کم درجہ کی خوشبو کو اس کا دماغ اچھی طرح محسوس نہیں کر سکتا یہی سبب ہے کہ عرب مشک اور عنبر اور ہندو تلسی اور ناز بو کی خوشبو پسند کرتے تھے لیکن آج چونکہ ہر چیز میں لطافت پیدا ہو گئی ہے مشک اور تلسی کی خوشبو سے بعض وقت دماغ پراگندہ ہو جاتا ہے، اب گلاب اور کیوڑہ کا عطر درکار ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انگریزی عطر محبوب ہے جو اس قدر لطیف ہوتا ہے کہ تمام آدمیوں کو اسکی خوشبو محسوس بھی نہیں ہوتی استعارہ اور تشبیہ کا بھی یہی حال ہے استعارہ اور تشبیہ کی یہ لطافت، متاخرین کا خاصہ ہے، مثلاً قدما،

معشوق کے چہرہ کو آفتاب سے، اور اُس کی ہنسی کو خندۂ صبح سے تشبیہ دیتے تھے، لیکن متاخرین کے زمانے میں ایک اور شاعر کہتا ہے، ع صبح زخورشید رخت خندۂ،

یعنی معشوق کا چہرہ ہنسا تو صبح پیدا ہو گئی، یعنی صبح خود معشوق کی ہنسی کا نام ہے،

استعارہ اور تشبیہ کی اس لطافت اور نزاکت کے موجد نظامی ہیں، اُنہوں نے اس کثرت سے نازک اور لطیف استعارے اور تشبیہیں پیدا کیں کہ متاخرین میں سے بھی کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں مل سکتیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

بہ باغ شعلہ در، دہقان انگشت بنفشہ می درود لالہ می کشت،

کہنا یہ تھا کہ انگیٹھی میں آگ جلائی تو دھواں کم ہو جاتا تھا اور آگ بھڑکتی جاتی تھی، اس کو اس طرح ادا کیا کہ انگیٹھی کا دہقان، شعلوں کے باغ میں بنفشہ کاٹتا جاتا تھا، اور لالہ بوتا جاتا تھا۔

در آمد نقش بند مانوی دست، زمین را نقشہ ہائے بوسہ می بست

کہنا یہ تھا کہ مصور جب دربار میں آیا، تو آداب دربار کے موافق زمین بوس کرتا آتا اس کو، اس طرح پر ادا کیا کہ مصور بوسوں سے نقش و نگار کرتا آتا تھا،

بہ نوشین لب، آن جام را نوش کرد زلب جام را حلقہ در گوش کرد،

پیالہ پینے کے وقت لب، کی جو ہیئت پیدا ہوتی ہے اس کو حلقہ سے تشبیہ دی ہے، اور اس بنا پر پیالہ کو لب کا حلقہ بگوش قرار دیا ہے،

ہوا بر سبزہ ہا گوہر گسستہ، زمرد را بہ مروارید بستہ،

شبنم کو موتی سے، اور سبزہ کو زمرد سے تشبیہ دی ہے، اس بنا پر کہتا ہے، کہ ہوا نے سبزہ پر جو موتی بکھیر دیئے تھے، تو یہ معلوم ہوتا تھا، کہ زمرد میں موتی ٹانک دیے ہیں،

زگیسو گرہ کرد و گہ تاج، بدان تاج و کمر شہ گشتہ محتاج،

معشوقہ جو زلفوں کا کبھی جوڑا باندھتی تھی اور کبھی کمر پر چھوڑ دیتی تھی، اس کو تاج و کمر سے تشبیہ دی ہے،

قلم کی تعریف، ع مشک در جیب لعل در دامان،

عاشق و معشوق کا ہمکنار ہونا،

شبا روزے دگر خفتند مدہوش بنفشہ در سر نسرین در آغوش،

نوشابہ کا جواب دینا

بہ پاسخ نمودن زن ہوشمند — زیاقوت سربستہ بکشاد بند
ازان سیمگون سکۂ نوبہار — درم ریز کن برلب جوئبار ٭

آغاز بہار میں جو شگوفے کھلتے ہیں ان کو، بہار کا سکہ قرار دیا ہے،

زبار یدن ابر کافور بار ٭ — سمن رستہ از دستہائے چنار

یعنے چنار کے پتوں پر جو برف گرتی تھی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ چنار کے ہاتھوں پر چنبیلی کے پھول کھلتے ہیں

سمن بر غافل از نظارۂ شاہ — کہ سنبل بستہ بار بر نرگسش راہ

یہ اسوقت کا بیان ہے کہ شیرین نہارہی تھی، اور زلفوں کو چہرہ پر چھوڑ دیا گیا تھا شعر کا مطلب یہ ہے کہ شیرین کو خسرو کے نظارے کی خبر نہ تھی، کیونکہ سنبل نے نرگس کا راستہ روک رکھا تھا،

کشادہ طاق ابرو تا سر دوش — کشیدہ طوق غبغب تا بنا گوش،
خواب نرگس خمار دیدۂ او، — ناز نسرین، درم خریدۂ او،
چو بر فرق آب مے اندا ختن از دست — فلک بر ماہ مروارید می بست،
سمن ساقی و نرگس جام بر دست — بنفشہ در خمار و سرخ گل مست
بنفشہ تاب زلف افگندہ بر دوش — کشادہ باد نسرین را بنا گوش،
گونہ گونہ گلے شگفتہ درد ، ، — سبزہ بیدار آب خفتہ درد

بعض اوقات تشبیہ سے ہیبت اور عظمت مقصود ہوتی ہے اس قسم کی تشبیہات، آج تک کسی نے نظامی سے بڑھکر بلکہ اُن کے برابر بھی نہیں پیدا کین، مثلاً

کمند اژدہائے مسلسل شکنج، — دہن باز کردہ بہ تاراج گنج ٭
زمین کو لباطے نُد آراستہ — غبارے شدہ از جای برخاستہ
دران دجلۂ خون، بلند آفتاب — چو نیلوفر، افگندن زورق در آب
ز شمشیر برگشتہ جائے بنود — کہ در غار وے اژدہائے بنود

زخم کو غار اور تلوار کو، اژدہا سے تشبیہ دی ہے،

اے مدنی برقع وکلی نقاب، سایہ نشین چند بود آفتاب،
تاج و تخت تو دار دجہان، تخت زمین آمد و تاج آسمان،،
زبس خون کہ گرد آمد اندر مغاک چوگو گرد شد سرخ آتشین گشت خاک
نہنگ خدنگ از کمین کمان، بسا سود بر یک زمین ایک زمان

شاعری لطافت اور رنگینی کا ایک بڑا راز یہ ہے کہ بے جان چیزوں کو صاحب ادراک قرار دے کر اُن کی نسبت ارادی کام منسوب کئے جائیں۔ مثلاً عرفی کہتا ہے،

نہ گفت و من بشنودم، ہر انچہ گفتنی داشت کہ در بیان نگہش کرد بر زبان تقدیم،
لبش چو نوبت خویش از نگاہ باز گرفت فتاد سامعہ در موج کوثر و تسنیم،،

یعنی اُس نے کچھ نہیں کہا لیکن میں نے سن لیا، کیونکہ تقریر کرنے میں اُس کی نگاہوں نے زبان سے پیشدستی کی، جب ہونٹوں نے نگاہ سے اپنی باری مانگی تو سامعہ کوثر کی موجوں میں، ڈوب گیا، یا مثلاً

رہنیم از نگہ شوق کہ گو ید ہمہ باز از زبان، انچہ دم عرض تمنا ماند،

متاخرین نے اس طرز کو نہایت وسعت دی، اور اس سے نہایت لطیف اور رنگین نئے نئے اسلوب پیدا کئے، لیکن اس طرز کے موجد نظامی ہیں خسرو میں لکھتے ہیں،

نہان بادشاہی گفت آن بناگوش، کہ مولائے تو ام، با حلقہ درگوش،
چو سر پیچیدہ گیسو مجلس آراست چو رخ گردید گردن عذر ہا خواست
بگویم غمزہ را تا وقت شبگیر سمند ش را بر قص آرد بیک تیر
بگویم زلف را تا ایک فن آرد،، شکیش را ز مسن در گردن آرد

نظامی کے یہ مضامین، متاخرین کے شمع راہ بنے، جس کی روشنی میں ان کو گوناگون اسالیب کا سلسلہ ہاتھ آگیا، (نظامی نے جب پہلے شعر میں) بناگوش کی نسبت یہ باندھا کہ اس نے چپکے سے بادشاہ سے کہا تو بے تکلف ایک شاعر اس کو یوں بدلکر کہہ سکتا ہے،

ع زلف از خم شدہ در گوش سخن می گوید،

شعر کے سینکڑوں انواع ہیں، لیکن بڑی قسمیں یہ ہیں، رزمیہ، عشقیہ، فلسفیانہ، اخلاقی،

جذبات انسانی کا اظہار، اور مناظر کی تصویر، ان میں سے ہر نوع کو نظامی نے لیا ہے اور معراج ترقی تک پہنچایا ہے،

سکندر نامہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ سکندر کے حالات تین حیثیتیں رکھتے ہیں سلطنت، نبوت، فلسفہ و حکمت میں تین قسم کے حالات لکھوں گا اور تفصیل سے لکھوں گا،

گروہیش خوانند صاحب سریر	ولایت ستان بلکہ آفاق گیر،
گروہے ز دیوان دستور او،	بہ حکمت نوسفتند منشور او
گروہے ز پاکی و دین پروری،	پذیرا شدندش بہ پیغمبری
من از ہر سہ دانہ، کہ دانا فشاند	درختے برومند خواہم نشاند

چنانچہ سکندر نامہ بری میں، کشورستانی، اور سکندر نامۂ بحری میں، پیغمبری واقعات اور فلسفیانہ بحثیں ہیں،

فارسی میں فلسفیانہ مسائل ناصر خسرو کے سوا کسی نے ادا نہیں کئے، لیکن ناصر خسرو، نے تمام اصطلاحیں وہی عربی کی قائم رکھی ہیں، اس بنا پر عام خیال یہ ہے کہ فارسی میں فلسفیانہ خیالات ادا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بوعلی سینا کی کتاب حکمت علائیہ سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ نظامی نے فلسفیانہ مسائل اس حد تک لکھ دیئے ہیں کہ زبان کی کم مائگی کی شکایت نہیں ہو سکتی، اور اگر متاخرین بھی اس کے نقش قدم پر چلتے تو فارسی زبان ایک فلسفیانہ زبان بن گئی ہوتی،

سکندر نامہ بحری میں انہوں نے ایک خاص داستان سکندر اور حکمای یونان کی فلسفیانہ بحثوں کے متعلق لکھی ہے اس میں ارسطو، افلاطون والیس، بلیناس، سقراط، فرفوریوس، (پارفیریس) ہرمس کے، اقوال اور رائیں لکھی ہیں، ہندوستان کے ایک حکیم نے سکندر سے سوالات کئے تھے، سکندر کی زبان سے اُن کے جوابات لکھے ہیں، ان تمام بحثوں میں فلسفہ کی اصطلاحیں، فارسی میں ادا کی ہیں، عربی الفاظ جا بجا آتے ہیں لیکن اس حد تک کہ زبان نامانوس، اور دسانیری زند نہ بنجائے،

ایک ہندو حکیم نے سکندر سے سوال کیا تھا کہ نظر بد کیا چیز ہے؟ آیا عین کہاں سے تا ثیر،

پیدا ہوتی ہے؟ عام قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کو پسند کیا جائے تو اُس کی ترقی کا سبب ہوتا ہے بخلاف اس کے بدنظر جس چیز کو پسند کرتا ہے، اُسی کو نظر لگتی ہے، سکندر نے جواب دیا کہ انسان جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو آنکھ سے شعاعیں نکل کر اُس چیز پر پڑتی ہیں، شعاع ہوا سے گذر کر اُس چیز تک پہنچتی ہے، اب ہوا میں اگر سمیّت ہے تو یہ شعاعیں بھی اُس سے آلودہ ہو کر زہریلی ہو جاتی ہیں، اور اُس چیز کو جاکر نقصان پہنچاتی ہیں،

اس سے قطع نظر کرکے کہ سوال وجواب، دونوں طفلانہ ہیں، دیکھو کہ نظامی اِن باتوں کو کن الفاظ میں ادا کرتے ہیں

دگر بارہ ہندو درآمد بہ گفت ۔۔۔ گہر کرد باتوک الماس جفت

کہ برچشم بد، شاہیے وہ مرا، ۔۔۔ زچشم بد، آگاہیے وہ مرا

چہ نیرواست در جنبش چشم بد ۔۔۔ کہ نیکوی خود را کند چشم زد،

ہمہ چیز را کاز مائش رسید ۔۔۔ چو دیدہ پسندد، فرائشس رسید

جز اوراکہ ہر چہ پسند آورد، ۔۔۔ سر و گردنش زیر بند آورد،

بہر حرفتے چون کہ دیدیم ژرف، ۔۔۔ درستی ندیدیم درہیچ حرف،

ہمین یک کماندار شد از نخست، ۔۔۔ بر آماج گہ تیر او شد درست،

بگو تا چہ نیر دست، بیزدے او؟

جہاندار گفتہ کہ طالع مشناس، ۔۔۔ چنین آرد از روی معنی قیاس؟

کہ بر ہر چہ گردد نظر جاگیر، ؟ ۔۔۔ گزر بر ہوائے کند ناگزیر، ؟

بر آن چیز کارد نظر تاختن ۔۔۔ کند با ہوا رای دم ساختن

بنہ چون در آرد بہ آن رخت گاہ ۔۔۔ ہوا نیز باید بر آن رخنہ راہ ،،

ہوا گر ہوائے بود سود مند، ۔۔۔ در ارکان آن چیز ناید گزند، ؟

مزاج او اگر بود زہرناک ،،، ۔۔۔ ہبیند از د آن چیز را در مغاک

ہوائے بدست آن کہ در چشم زد ۔۔۔ بداد بہ ہمراہیئے چشم بد ،،

موجودات کی ابتدا، اور اُن کی ترتیب، افلاک، عناصر، سلسلۂ علل ان تمام بحثوں کے

متعلق، یونانی حکمار کی رائیں نقل کی ہیں، اوران تمام مباحث میں بہت کم عربی کے الفاظ کو دخل دیا ہی،

اخلاقی شاعری نظامی کی شاعری کا بڑا حصہ اخلاق کے متعلق ہے، مخزن اسرار کے سوا جو خاص اسی مضمون پر لکھی ہے، اور مثنویوں میں بھی جا بجا اخلاقی ہدایتیں موقع بموقع لکھی ہیں، چنانچہ کسی صاحب ذوق نے، خاص اس قسم کے اشعار کو ان کے پنج گنج سے چن کر یکجا جمع کر دیا ہے اور اخلاق کے ۲۵ عنوان قرار دے کر ایک ایک عنوان کے نیچے تمام مثنویوں کے وہ اشعار نقل کر دیئے ہیں، جو اس عنوان سے تعلق رکھتے تھے، میں نے اس مجموعہ کا ایک نہایت خوشخط نسخہ، عالمگیری کتب خانے کا حیدرآباد میں دیکھا تھا،

جذبات انسانی شاعری کی اس اہم اور لطیف نوع کو نظامی نے جس رتبہ پر پہنچایا قدمار میں فردوسی کے سوا، اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اور انصاف یہ ہے کہ فردوسی بھی اس خصوصیت میں اُنکی ہمسری نہیں کرسکتا، فردوسی نے جہاں جذبات کا اظہار کیا ہے معمولی اور سادہ حالت کو ادا کیا ہے، بخلاف اس کے نظامی نہایت نازک، لطیف، اور دقیق پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہیں، مثلاً دارا جب زخمی ہوکر گرا ہی تو سکندر اُس کے پاس گیا ہے اور دارا نے اُس سے حسرت ناک باتیں کین ہیں، فردوسی نے اس موقع پر وہی معمولی افسوس وعبرت کے کلمات ادا کر دیئے ہیں، جو ہر شخص کے خیال میں آسکتے ہیں، لیکن نظامی کی نظران نازک اور دقیق نکتوں تک پہنچی ہے، جہاں ہر شخص کا وہم سلوک نہیں سکتا، دارا کوئی معلوم آدمی نہ تہا بلکہ دنیا کے وسیع خطہ کا شاہ اور شاہنشاہ تہا، شکست کھانے اور خود اپنے نوکروں کے ہاتھ سے زخمی ہو کر مرنیکا اسکو صدمہ ہے اور اس وجہ سے افسوس حسرت اور بیکسی کے خیالات اس کے دلمیں ہجوم کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی شاہنشاہانہ ادّعا غرور اور نمکنت کا نشہ بھی سرمیں ہے، اس لئے اس کے غمزدہ اور عاجزانہ الفاظ بھی صولت اور رعب کے لہجہ میں ادا ہوتے ہیں اس کی آہیں بھی نعرۂ جنگ ہیں اُس کی پرحسرت نگاہیں بھی برق غضب ہیں، نظامی اُن تمام خصوصیات کو دکھاتے ہیں،

چو در موکب قلب دارا رسید	ز موکب روان ہیچ کس راندید
تن مرزبان دید در خاک وخون،	کلاہ کیانی شدہ سرنگون،
بہ بازوے بہمن برآسود مار،	زر دیگن دژ افتاد اسفندیار،

بہارو زیادون دگلزار جسم ؛ نباد خزان گشتہ تاراج غم،
منسب نامۂ دولتِ کیقباد ؛ ورق بر ورق ہر سوئے بردہ باد،
سکندر فرود آمد از پشت بور ؛ در آمد بہ بالین آن پیل زور،
بہ بالین گہ خستہ آمد فراز ؛ ز درع کیانی گرہ کرد باز،،
سر خستہ را بر سر ران نہاد ؛ شب تیرہ بر روز رخشان نہاد
چو دارا بروپش نگہ کرد و دید، ؛ بہ سوز جگر آہ از دل کشید،،
چنین داد دارا بہ خسرو جواب ؛ کہ بگزار تا سر نہم من بہ خواب
رہا کن کہ در من رہائی نماند، ؛ چراغ مرا روشنائی نماند،
سپہرم بدان گونہ پہلو درید،، ؛ کہ شد در جگر پہلوم ناپدید،،
رہا کن کہ خواب خوشم مے برد ؛ زمین آب در چیرخ آتشم مے برد،
سر سروران را رہا کن ز دست ؛ تو مشکن کہ مارا جہان خود شکست
چو من زین ولایت کشادم کمر ؛ تو خواہ افسر از من ستان خواہ سر
اگر تاج خواہی ربود از سرم ؛ یکے لحظہ بگذار تا بگذرم،،،
مبین سرور ادر سر افگندگی، ؛ چنان شاہ را در چنین بندگی
درین بندم از زحمت آزاد کن ؛ بہ آمرزش ایزدی یاد کن،،
چو گشت آفتاب مرا روی زرد ؛ نقابے بکن در کش از لاجورد،
مگردان سر خستہ را از سریر، ؛ کہ گردون گردان برآرد نفیر،
نواسے پہلوان کامدے سوئے من ؛ نگہدار پہلو زہ پہلوئے من
کہ با آن کہ پہلو دریدم چو میغ ؛ ہمے آید از پہلوم بوئے تیغ
چہ دستے کہ با مادرازی کنی، ؛ بہ تاج کیان دست بازی کنی
نگہدار دستت کہ دار است این ؛ نہ پنہان چو روز آشکار است این
زمین را منم تاج تارک نشین ؛ مجنبان مرا تا نہ جنبد زمیں،

اِس واقعہ کو بعینہ فردوسی نے بھی لکھا ہے، لیکن زور اور اثر نہیں، چنانچہ اس موقع کے

اشعار ہم درج کرتے ہیں،

برآنم کہ از پاک دادار خویش — بیسابی تو پاداش گفتار خویش
یکے آن کہ گفتی کہ ایران تراست — سر تاج و تخت دلیران تراست،
بمن مرگ نزدیک تر زانکہ تخت — بپرداخت تخت از نگون گشتہ بخت
برین است فرجام چرخ بلند — خرامش ہمہ رنج و سرزش گزند
بمہ دی نگر تا نگوئی کہ من ،، — فزونم ازین نامدار انجمن،
بدو نیک، ہر روز یزدان شناس — وزو دار تا زندہ باشی سپاس
نمودار گفتار من، من بسم — برین داستان عبرت ہر کسم
کہ چندان بزرگی و شاہی و گنج — مرا بود و از من جدا کس برنج
ہمان نیز چندان سلیح و سپاہ — گران مایہ اسپان و تخت و کلاہ،
ہمان نیز فرزند و پیوستگان، — چو پیوستگان دریغ دلخستگان
زمین و زمان بندہ بد پیش من — چنین بود تا تخت بد خویش من
جو از من ہمان بخت بیگانہ شد — ہمہ کاخ و ایوان چو ویرانہ شد
زنیکی جدا ماندہ ام زین نشان — گرفتار در دست مردم کشان
زفرزند و خویشان شدہ نا امید — سیہ شد جہان، دیدگانم سفید
زخویشان کسے نیست فریاد رس — امیدم بپروردگار ست و بس
بدین گونہ خستہ بخاک اندرم،، — زگیتی بدام ہلاک اندرم
برین است، آئین چرخ روان — اگر شہریاری اگر پہلوان
بزرگی بفرجام ہم بگزرد؛ — شکار است و مرگش ہمی بشکرد،
سکندر زدیدہ ببارید خون — بران شاہ خستہ بخاک اندروں
جو دارا بدید از دل درد اوی، — سرشک روان بر رخ زرد اوی
بدو گفت مگری کز سود نیست — ز آتش مرا بہرہ جز دود نیست،

مناظر | مناظر قدرت کو جابجا لکھا ہے اور جہاں لکھا ہے، نیچر کی تصویر کھینچ دی ہے،

مناظرِ قدرت میں باغ و بہار ایک عام موضوع ہے جسپر تمام شعرا نے طبع آزمایئاں کی ہیں، اور داد سخن دی ہے، لیکن نظامی یہاں بھی سب سے علیحدہ اور سب سے ممتاز ہیں، تمام شعرا نے صرف بہار کا سماں دکھانے پر اکتفا کیا، لیکن نظامی نے اس کے ساتھ یہ بھی دکھایا ہے کہ بہار میں ایک رنگین مزاج پر کسطرح نشہ سا چھا جاتا ہے وہ باغ میں جاتا ہے، پھولوں سے کھیلتا ہے گلدستہ بنا کر دوستوں پر پھینکتا ہے، نہر کے کنارے بیٹھ جاتا ہے اور شگوفے توڑ توڑ کر نہر میں بہاتا ہے حوض کے پاس چنبیلی کے پھولوں کا بچھونا بچھاتا ہے بغل میں معشوق ہے اسکی لٹوں کے حلقے اپنی گردن میں ڈالتا ہے اور دنیا سے آزاد ہو جاتا ہے، مُرغانِ چمن سے فرمائش کرتا ہے کہ ہاں پھر اسی انداز سے اُڑنا ساتھ ہی ساز بھی چھیڑا جاتا ہے اور قابو سے باہر ہوا جاتا ہے۔

بیا باغبان خرّمی ساز کن ، ،	گل آمد در باغ را باز کن ، ،
نظامی به باغ آمد از شهربند	بیارای بستان به چینی پرند ،
زجعد بنفشه برانگیز تاب ، ،	سر نرگس مست برکش زخواب
زسیمای سبزه فرو شوی گرد	که روشن به شستن شود لاجورد
درختان شگفتند در طرف باغ	برافروخته هر گلے چون چراغ
به مرغ زبان بسته آواز ده	که پرواز پارینه را ساز ده ،
سرابینده کن نالهٔ چنگ را ،	برآورد به رقص این دل تنگ را
سر زلف معشوق را طوق ساز	برافگن زگردن خود این طوق باز
ریاحین سیراب را دسته بند	برافشان به بالائے سرو بلند
ازان سیمگوں سکۂ نوبهار	درم ریز کن بر لب جویبار ،
به پیراهن برگ آب گیر ، ،	زسوسن در افگن بساط حریر

عشقیہ | ایران کی شاعری کا اصل مایۂ ناز عشقیہ شاعری ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ عشق و عاشقی کے معاملات اور راز و نیاز، جس رنگینی اور دلفریبی سے ایرانی شاعری نے ادا کیئے، دُنیا کی اور کوئی زبان اس انداز سے ادا نہیں کر سکتی، اس قسم کی شاعری کیلیئے غزل مخصوص کر دی گئی ہے، اور اس کے موجد شیخ سعدی خیال کئے جاتے ہیں، نام کے لیئے غزل کی بنیاد،

ملہ یہ نکتہ بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ نظامی نے ان باتوں کو بجائے خبر کے انشاء کے پیرایہ میں ادا کیا ہے اور یہ زیادہ بلیغ ہے،

ان سے بہت پہلے پڑھ چکی تھی، لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ قدمار کے بوڑھے عمرے ہیں،
بے شبہ غزل کے موجد سعدی ہیں، لیکن غزل کی اصلی روح یعنی عشقیہ شاعری کی ایجاد نظامی،
کا خاص کارنامہ ہے، عشقیہ مثنویاں، نظامی سے پہلے ہی لکھی گئیں جن میں سے فردوسی کی یوسف زلیخا
آج بھی موجود ہے، لیکن مثنویان وہی قدمار کی غزلین ہیں، نظامی نے عشقیہ شاعری کی جس طرح،
بنیاد ڈالی اور اس کو ترقی دی اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے،
(۱) عشق و عاشقی کے خیالات کے ادا کرنے کے لئے ایک خاص زبان درکار ہے جس کے الفاظ،
نازک، لطیف اور شیرین ہوں، خاص قسم کے استعارات اور تشبیہیں ہوں، ادا میں دلآویزی او
دلفریبی ہو، یہ زبان خاص نظامی نے پیدا کی ہے، قدمار کی عشقیہ مثنویوں کا نظامی سے مقابلہ
کرو تو یہ فرق صاف نظر آتا ہے،
غزل کے مہمات مضامین یہ ہیں معشوق کے حسن کی تعریف، اور ناز غمزہ کے کرشمے، الگ
الگ اعضا کا بیان، اور اُن کی تشبیہات عاشق و معشوق کے معاملات یعنی راز و نیاز، اصرار و
انکار، سوال و جواب، عجز و غرور، وغیرہ ان تمام مضامین کو نظامی نے اس وسعت، تنوع،
رنگینی، اور لطافت سے ادا کیا ہے کہ اُن کا ہر ہر شعر سینکڑوں غزلوں کا سرمایہ ہے، چند مثالین ذیل میں
درج ہیں،
شیرین کا غسل کرنا،

چو قصد چشمہ کرد آن چشمہ، نور — فلک را آب در چشم آمد از دور
پرند آسمان گون بر میان زد — بشد در آب و آتش در جہان زد
تن سافش کہ می غلطید در آب — چو غلطد قاقمے بر ردی سنجاب
چو بر فرق، آب مے انداخت از دست — فلک بر ماہ، مروارید می بست،
ز ہر سو شاخ گیسو، شانہ می کرد — بنفشہ بر سر گل، دانہ می کرد
در آب انداختنہ از گیسوان شست — نہ ماہی بلکہ ماہ آوردہ در دست

شیرین آراستہ ہو کر خسرو کے سامنے آتی ہے،

پس آنگہ ماہ را پیرایہ بر بست — نقاب آفتاب از سایہ بر بست

فرد پوشید گلنارے پرندے | برد ہر شاخ گیسو چون کمندے
سر آغوشے بر آمودہ بگوہر | برسم چینیان انگندہ بر سر
بدین طاؤس گردارے ہمائے | روان شد چون تذروے در ہوائے

ایک موقع پر جب خسرو نے شیرین سے زیادہ اختلاط کرنا چاہا ہے تو وہ برہم ہو کر اُٹھی ہے اس حالت میں اُس کا تن کر کھڑا ہونا، پیشانی کا غصے سے سمٹنا، چہرہ کا تمتمانا، بدن ڈھکنے میں حسن کا اور بالون کو کبھی سمیٹنا اور کبھی چھوڑ دینا ان تمام اداؤں کو کس خوبی سے ادا کیا ہے،

بگفت این و چو سرو از جای برخواست | جبین را گرد کرد و فرق را اراست
یہ کہکر سرو کی طرح اُٹھ کھڑی ہوئی ، ، | پیشانی سمٹ گئی اور قد تن گیا
بہ آن آیین کہ خوبان را بود دست | زنخدان می کشاد و زلف می بست
اس خاص انداز سے جیسے معشوقوں کو کمال حاصل ہوتا ہے | چہرہ کھولنے اور بال سمیٹنے لگی
جمال خویش را در خز و خارا | بپوشیدن ہمے کرد آشکارا
اپنے حسن کو حریر اور کمخواب میں جس قدر | چھپاتی تھی اُسی قدر اور کھلتا تھا
گہے بر فرق تند آشفتہ می بود | گرہ می بست و بر مہ مشک می سود
کبھی زلفوں پر جھلاتی تھی، اس میں | گھونگر بناتی تھی اور چاند پر مشک ملتی تھی
بہ زیور راست کردن دیر می شد | کہ پایش سرِ شمشیر می شد،
زیور کے سنبھالنے میں دیر ہوتی جاتی تھی | کیونکہ جلدی کی وجہ سے اُسکا قدم تلوار پر تھا
زگیسو گہ کمر سے کرد گہ تاج | بدان تاج و کمر شہ گشتہ محتاج
زلفوں کو کبھی کمر سے لپیٹتی تھی اور کبھی سر پر جوڑا باندھتی تھی | جو کمر بند اور تاج بناتی تھی اُس کمر بند اور تاج کا خود خسرو بھی محتاج تھا

ایک موقع پر شیرین جب روکر اُٹھی تو اس ادا سے اُٹھی جسمیں لگاوٹ بھی پائی جاتی تھی، اس کی تصویر اس طرح کھینچی ہے

بہ چشمے ناز بے اندازہ می کرد ، | بہ دیگر چشم عذرے تازہ میکرد
چو سر پیچید گیسو مجلس آراست | چو رخ گردید، گردن عذر ہا خواست
نمود اندر رہ زمین شاہ را پشت | بہ گوگرد سفید آتش ہمی کشت

غلط گفتم نمودش تختۂ عاج | کہ شہ را نیز باید تخت با تاج
حسابے دیگر آن بودش دران کوے | کہ پشتم نیز محرابے است چون روے
دگر وجہ آنکہ گر وجہے شد از دست | ازان روشن ترم وجہے دگر ہست
چہ خوش نازیست نازے خوبرویان | زدیدہ راندہ را، وز دیدہ جویان
بہ چشمے خیرگی کردن کہ برخیز | بہ دیگر چشم دل دادن کہ مگریز

منہ پھیر کر بھاگنے کی توجیہیں کسقدر شاعرانہ ہیں، یعنی اُس کو یہ دکھانا تھا۔ کہ جس طرح میرا چہرہ محرابی اور روشن ہے اُسی طرح پیٹھ بھی محرابی اور بلوری ہے،

غزلیہ شاعری کا ایک بڑا میدان معشوق کا ناز و غرور ہے نظامی نے داستان کی داستان اس مضمون پر لکھی ہے جس کا ہر شعر غزل کا کام دے سکتا ہے،

خسرو نے شیرین کو شاہی اقتدار کا زور دکھانا چاہا ہے تو وہ کہتی ہے،

ہنوزت در سر از شاہی غرور است | دریغا کین غرور از عشق دور است
ابھی تک تیرے سر میں سلطنت کا غرور ہی | لیکن افسوس، عشق کو غرور سے کیا نسبت!!
درین گرمی کہ آہ سرد باید، | دل آسان است با دل درد باید
اس گرمجوشی میں کہ آہ کی سرد کی ضرورت ہی | دل آسان ہے لیکن دلمیں درد مشکل ہے
ہنوزم ہندوان آتش پرستند | ہنوزم چشم چون ترکان مستند
ابھی تک ہندو مجھکو پوجتے ہیں ،،، | ابھی تک میری آنکھیں ترک ہیں ،
ہنوزم لب پُر آب زندگانی است | ہنوزم آب در جوی جوانی است
ابھی تک میرے ہونٹوں میں آب حیات ہی | ابھی تک میرے چشمہ میں آب شباب ہے
بہ غمزہ گرچہ ترکی دلستانم .. | بہ بوسہ دل نوازی ہم بدانم
اگرچہ غمزہ کے لحاظ سے میں ترک ہوں۔ | لیکن بوسہ سے دلداری بھی کرسکتی ہوں
برو تا بر نگشایم بخون دست | کہ در گردن چنین خونم بسے ہست
ہٹ جا!! ایسا نہو کہ میں تیرے اوپر ہاتھ ڈالدوں | ایسے اور بہت سے خون میری گردن پر ہیں

خسرو نے جب شاپور کے ہاتھ شیرین کو بلا بھیجا ہے تو وہ یہ کہتی ہے،

اگر خسرو نہ کیخسرو بود شاہ | بنا یدکردنش سرپنجہ باماہ
بگویم غمزہ را تا وقت شبگیر | سمندش را بہ رقص آرد بیک تیر
فرستم زلف را تا یک فن آرد، | شکیبش را رسن در گردن آرد،

میں زلف کو بھیجدونگی کہ چالاکی سے خسرو کے صبر کو گرفتار کرکے لائے ۔ ، ،

مزاحی کردم و او خواست پنداشت | دروغے گفتم و او راست پنداشت
میں نے تو دل لگی کی تھی تو وہ تقاضا سمجھے | میں نے جھوٹ کہدیا تھا وہ سچ سمجھ گئے

خسرو ایک مرتبہ چند ندیموں کے ساتھ مستی کی حالت میں شیرین کے مکان پر گیا شیرین نے اس کی یہ حالت دیکھ کر کوٹھے سے اترنا مناسب نہ سمجھا، خواصوں کو بھیجا کہ شہ نشین میں فرش کرکے وہیں خسرو کو بٹھائیں، خسرو کوٹھے پر جانا چاہتا ہے شیرین منظور نہیں کرتی، اس موقع کا سمان اور سوال وجواب کا انداز دیکھو،

رقیبے را بہ نزد خویشتن خواند، | کہ مارا نازنین بر در چرا ماند،،
ایک خواص کو اپنے پاس بلایا اور کہا | کہ مجھکو نازنین نے باہر کیوں بٹھایا
درون شو، گو نہ شاہنشہ غلامی | فرستاد است نزدیکت پیامی،
اندر جاکر کہو کہ ایک شاہنشاہ نے نہیں، بلکہ | ایک غلام نے پیغام بھیجا ہے
کہ مہمانے بہ خدمت مے گرایدر | چہ فرمائی؟ در آید یا نیاند
کہ ایک مہمان خدمت کے لئے آیا ہے | کیا ارشاد ہے؟ اندر آئے یا نہ آئے
بدین زاری پیام شاہ می گفت | شکرلب می شنید و آہ می گفت

بادشاہ کا عاجزانہ پیغام شیرین سنتی تھی، اور افسوس کرتی تھی ، ، ،

کنیزے کاردان را گفت آن ماہ | بخدمت خیز و بیرون شو سوی شاہ
ایک ہوشیار کنیز سے شیرین نے کہا کہ | بادشاہ کے پاس جا
فلان تشش طاق دیبا را برون بر | بزن با طاق این ایوان برابر
مخمل کے تھان لے جا کر | سنہ نشین میں بچھا دے
ببند بر بیشگاہ وشقہ بربند | پس، آنگہ شاہ را گو کائے خداوند
اور پردے باندھ کر | بادشاہ سے کہہ

نہ ترک این سرا ہست روی این نام | شہنشہ را چنین داد دست پیغام
اِس گھر کی ترک (یعنی معشوق) نے نہیں بلکہ | بندہ (غلام) نے حضور کو یہ پیغام دیا ہے

اس کے بعد، خسرو اور شیرین سے دو بدو گفتگو ہوئی ہے، خسرو کہتا ہے کہ تم نے دروازہ کیوں بند کر دیا، شیرین جواب دیتی ہے،

حدیث آن کہ در بستم روا بود | کہ سرمست آمدن پیشم خطا بود
چو من خلوت نشین باشم تو مخمور | ز تہمت رائے مردم کے بود دور
تو می خواہی مگر کز راہ دستان، | بہ نقلا نم خوری چون نقل مستان
بدست آری مرا چون غافلان مست | چو گل بوئی کنی و اندازی از دست
رہا کن نام شیرین از لب خویش، | کہ شیرینی دہانت را کند ریش
تو در عشق من از مالی و جاہے | چہ دیدی جز خداوندی و شاہے
تو ساغر می زدی با دوستان شاد | قلم شاپوری زد تیشہ فرہاد،

اس کے مقابلہ میں رندانہ شوخیاں دیکھو شیرین جب کسی طرح راضی نہیں ہوتی تو خسرو اُس سے کہتا ہے

بہ گستاخی در آمد کے دلارام | گرفتہ چند خواہی بد بیارام
خسرو نے گستاخانہ کہا کہ اے معشوق | یہ برہمی کب تک، ذرا نرم ہو،
چو می خوردی و می دادی بمن یار | چرا باید کہ من مستم تو ہشیار
تم نے شراب پی، اور مجھکو بھی پلائی لیکن یہ خلاف انصاف ہے، کہ میں مست ہو جاؤں اور تم ہوش میں رہو.
شمار بوسہ خواہد بود کارم،، | تو می دہ بوسہ تا من می شمارم
میرا کام صرف بوسہ کا گنتا ہوگا | تم بوسہ دیتی جاؤ میں گنتا جاؤں گا

یعنے یہ کام تمہارا ہی ہے لیکن میں اس کو تمہاری خاطر سے انجام دیدوں گا،

سکندر نے جب کنیزک چینی سے اختلاط کرنا چاہا ہے تو وہ غرور کے لہجہ میں اپنے اوصاف بیان کرتی ہے، بادشاہ اور کنیز کا کوئی مقابلہ نہیں، لیکن اس موقع پر نظامی نے جدت آفرینی سے سکندر کا ایک ایک وصف بیان کر کے، اس کے مقابلہ میں اُس کی ترجیح کی وجہیں

کنیز کی زبان سے ادا کی ہیں،

ملک گر ز جمشید بالا تر است،	رُخ من ز خورشید زیبا تر است
شه ار کیقباد و بلند افسر است	مرا افسر از مشک و از عنبر است
شه ار چون سلیمان شود دیو بند	مرا در جهان هست دیوانه چند
شه ار زانکه عالم گرفت ای شگفت	من آن را گرفتم که عالم گرفت،
اگر چه کمند جهانگیر شاه	فتاده است در گردن مهر و ماه
کمندے من از زلف بر ساز مش	نه تیر سم به گردن در اندازمش
گر او را کمندے بود ماه گیر؛	مرا هم کمندے بود شاه گیر
گر او ناوک اندازد، زد و ر دست	مرا غمزهٔ ناوک انداز هست،
سکندر به حیوان خطائی رود	من اینجا سکندر کجائی رود
اگر راه ظلمات نی بایدش	سر زلف من راه بنمایدش
لب من که یاقوت رخشان در است	بسے چشمهٔ آب حیوان در و است

رزمیہ | شاہ نامہ کو سو برس سے اوپر ہو چکے تھے، اس عرصہ میں زبان میں، بڑا انقلاب، ہو گیا تھا۔ سینکڑوں الفاظ بالکل نزوک ہو گئے تھے، اکثر الفاظ، حروف زائد گرا کر خوبصورت قالب میں ڈھل چکے تھے، عربی کے نئے نئے مانوس الفاظ داخل ہوتے جاتے تھے، زبان کے انقلاب کے ساتھ مضامین کی طرز ادا کی روش بھی بدل گئی تھی، استعارات اور تشبیہات میں لطافت و نزاکت آگئی تھی طبیعتیں مضمون آفرینی کی طرف مائل ہوتی جاتی تھیں ان باتوں نے شاہنامہ کی عالمگیر آنہ ازدہیمی پڑنے لگی تھی، قصے زبانوں پر رہ گئے تھے لیکن اشعار بھولتے جاتے تھے اس بنا پر قوم کے شجاعانہ جذبات کے زندہ رکھنے کے لئے ایک دوسرے شاہنامہ کی ضرورت تھی جو سکندر نامہ کے قالب میں نمودار ہوا،

سکندر نامہ کے ہیرو کے انتخاب میں غلطی ہوئی، لیکن مجبوری تھی، قومی تاریخ فردوسی کے حصہ میں آچکی تھی، رسول اللہ صلعم کے غزوات اور خلفاء کے معرکوں میں شاعری کی گنجائش کم تھی کیونکہ اصلیت سے بال برابر بھی ہٹتے تو مذہبی عدالت میں مجرم قرار پاتے،

اور شاعری کے لیئے کچھ نہ کچھ آب و رنگ چڑھانا ضرور تھا خود کہتے ہیں،

چو نظم گذارش بود راہ گیر	غلط کردن رہ بود ناگزیر ،،
مرا کار با نغز گفتار یست،	ہمہ کار من خود غلط کاریست
دگر بے شگفتے گزاری سخن ،،	ندارد نوی، نامہ ہائے کہن

اس، اس کے سوا چارہ نہ تھا، کہ کسی مشہور کشورستان کی داستان اختیار کی جائے اس حیثیت سے سکندر کا کوئی ہمسر نہ تھا، ایشیا اور یورپ دونوں اس کو مانتے تھے البتہ افسوس ہے کہ نظامی نے مذہب ملادیا، یعنی ذوالقرنین کو سکندر بنا دیا جو صریح قرآن مجید کے خلاف ہے سکندر نامہ میں اگرچہ شاعری کے محاسن بہت زیادہ ہیں، بایں ہمہ شاہنامہ کے برابر مقبول نہ ہو سکا، اس کے خاص اسباب ہیں،

۱۔ سکندر نامہ میں اکثر جگہ تعقید ہے جو بات کہنا چاہتے ہیں اس طرح صاف صاف نہیں کہہ سکتے کہ زبان سے نکلنے کے ساتھ دل میں اتر جائے، یہی وجہ ہے کہ کثرت سے شرحیں اور حاشیے لکھے گئے، اسپر بھی بہت سے مقالات لاینحل رہ گئے اور اکثر جگہ زبردستی مطلب پہنانا پڑا

۲۔ کتاب کا ہیرو ایک غیر شخص یعنی سکندر، اس لیئے ایرانیوں کو اس کے واقعات سے ایسی دلچسپی اور محبت نہیں ہو سکتی تھی جو خود اپنی قوم سے ہو سکتی تھی، شاہنامہ کے مقبول ہونیکا بڑا اثر یہ تھا کہ خود اپنی قوم کی داستان تھی۔

۳۔ تمام کتاب میں صرف ایک شخص کی داستان ہے، پڑھنے والا اکتا جاتا ہے بخلاف اس کے شاہنامہ میں سینکڑوں اشخاص کے واقعات اور گوناگون حالات ہیں ایک غذا سے جی گھبرائے تو اور طرح طرح کے الوان نعمت موجود ہیں،

۴۔ تمام کتاب میں کوئی دردانگیز اور عبرت خیز واقعہ نہیں ہے، بخلاف اس کے شاہنامہ میں رستم و سہراب، منیژہ و بیژن، جمشید و ضحاک، کی داستانیں نہایت پُر اثر اور حسرت آمیز ہیں باوجود ان تمام باتوں کے سکندر نامہ نے جو قبولیت حاصل کی تعجب انگیز ہے شاہنامہ کے سو ڈیڑھ سو ہی برس بعد سکندر نامہ لکھا گیا اور شہرت عام پاگیا، سکندر نامہ کو آج چھ سو برس کا زمانہ گزر چکا، اس مدت میں اس طرز پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں، لیکن ان کا نام بھی،

کوئی نہیں جانتا، سکندر نامہ جامی آئینہ اسکندری، ہمای ہمایوں، اکبر نامہ سلیمان نامہ[۵۱] ان کا نام کس نے سنا ہے؟

رزمیہ نظم کا یہ اصول ہے، کہ پہلے حربی باجوں کے بجنے دار و گیر، ہنگامہ، شور و غل اور عام ہل چل کا نقشہ کھینچا جائے، پھر فوجوں کی حملہ آوری، زور و شور، جوش و خروش کا ذکر کیا جائے۔ پھر آلات جنگ یعنی تیر و کمان، تیغ و سنان، نیزہ و خنجر کی کارستانیاں دکھائی جائیں پھر ایک ایک پہلوان کا معرکہ میں آنا، رجز پڑھنا، مبارز طلب ہونا، حریف سے لڑنا، داؤں پیچ کرنا، مرنا یا مارنا، ان باتوں کا ذکر کیا جائے، اور اس طرح کیا جائے کہ میدان جنگ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے، سکندر نامہ میں یہ سب باتیں ہیں اور کمال کے درجہ پر ہیں

حربی باجوں کا ذکر،

در آمد بہ غریدن آواز کوس — فلک بر دہان دہل داد بوس
زغریدن کوس خالی دماغ — زمین لرزہ افتاد در کوہ و راغ
چنان آمد از نای ترکی خروش — کہ از نائے ترکان بر آورد جوش
بر آورد خرمہرہ آواز شیر (نانوس) — دماغ از دم گاؤ دم گشت سیر (گاؤ / زنا)
طرایقے کہ از مغزغہ خواستہ — بدون رفتن زین طاق آراستہ
زہیم چغاچغ کہ آمد ز تیر (ترناقے کی آواز / تازیانہ) — کفن گشت در زیر جوشن حریر
روارو بر آمد ز راہ نبرد — ہزاہز در آمد بہ مردان نبرد
بجنبش در آمد دو دریائے خون — شد از موج آتش زمین لالہ گون
زمین گفتی از یک دگر بر درید — سرافیل صور قیامت دمید
یکے گفت ہوی دوگر گفت ہان — بر آورد سر ہای و ہوی از جہان
جگر تاب شد نعرہ ہائے بلند — گلوگیر شد حلقہائے کمند
سپاہ از دو جانب صف آراستہ — زمین آسمان وار بر خاستہ
زسم ستوران دران پہن دشت — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

[۵۱] یہ ضرب مثنویاں سکندر نامہ کی طرز پر اور اس کے جواب میں لکھی گئی ہے،

ہنگامہ جنگ

فرو رفت و بر رفت رد زنبرد
ئم خون به ماہی و ہر ماہ گرد،

زبس گرد بر تارک و نزک و زین
زمین آسمان، آسمان شد زمین

چنان گرم گشت آتش کارزار
کہ از نعل اسپان برآمد شرار،

زبس خون کہ گرد آمد اندر مغاک
چو گو گرد سرخ آتشین گشت خاک

ز غرّیدن تندہ پیلان مست،
گرہ در گلوی ہژبران شکست

زمین گو بساطے بد آراستہ
غباری شد از جائے برخاستہ

ز پولاد پیکان پیکر شکن،
تن کوہ لرزید برخویشتن، ؎

پدر با پسر کین برآراستہ
محابا شدہ مہر برخاستہ

ستون علم جامہ در خون زدہ
نجات از جہان خیمہ بیرون زدہ

ز شمشیر برگشتہ جائے نبود
کہ در غار او اژدہائے نبود

نہنگ خدنگ از کمین و کمان
بینا سود بر یکا زمین یک زمان

کمند اژدہائے مسلسل شکنج
دہن باز کردہ بہ تاراج گنج

زبس بردہن نا بیخ انداختن،
نفس را نہ راہ بردن تاختن،

ز نیزہ نیستان شدی اوی خاک
ز گوپالہا کوہ گشتہ مغاک
گرز

سنان در سنان سینہ چون نوک خار
سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار

نہنگان شمشیر جوشن گداز ؎
بہ گردن کشی کردہ گردن فراز،

بہ ابرو در آمد کمان را شکنج
شتابان شدہ نبر چون مار گنج

ز روسی در آمد بہ ناوردگاہ،
یکے شیر پرطاس[1] نو ئین کلاہ

مبارز طلب کرد و جولان نمود
بہ نام آوری خویشتن را سرود

کہ پرطاسیان را درین خام چرم
بہ پرطاسی من شود پشت گرم

پلنگان درم بر سر کوہسار
نہنگان خورم بر لب جویبار

درشتم بہ چنگال و سختم بزور
بہ حملہ درم پہلو نرہ گور،

[1] پرطاس ایک مقام کا نام ہے،

سنانم زپہلو در آید بہ ناف ‌ ‌ ‌ ‌ دروغے نمی گویم اینک مصاف،

ہمہ خون خام است نوشیدنم ‌ ‌ ‌ ‌ ہمہ چرم خام ست پوشیدنم

شہ گردنان شاہ گردون گرائے ‌ ‌ ‌ ‌ زبرکار موکب تہی کرد جائے ،

زدہ برمبان (پہلوان) گوہر آگیں کمر ‌ ‌ ‌ ‌ در آورد پولاد ہندی بہ سر،

بہ تن بر یکے آسمان گون زرہ ‌ ‌ ‌ ‌ چو مرغول زنگی گرہ در گرہ ،،

بمانی یکے تیغ زہراب جوش ‌ ‌ ‌ ‌ حمائل فرو ہشتہ از طرف دوش

بہ کبک دری چون در آید عقاب ‌ ‌ ‌ ‌ چگونہ جہد بر زمین آفتاب

ازان تیز تر خسرو پیل تن ، ‌ ‌ ‌ ‌ بہ تندی در آمد بہ آن اہرمن

بزد بانگ بروی کہ اے زاغ پیر ‌ ‌ ‌ ‌ عقاب جوان ، آمد آرام گیر

نخستین نبردے کہ تدبیر کرد ‌ ‌ ‌ ‌ بر آن تیرہ دل بارش تیر کرد

چو وز خیم رانا مد از تیر باک ، ‌ ‌ ‌ ‌ زنندہ بشد از تیر خود خشمناک

یکے خشت (بدذات) پولاد الماس رنگ ، ‌ ‌ ‌ ‌ بر آورد و زد بر دلاور ، نہنگ ،

ز سختی کہ تن را بہم در فشرد ‌ ‌ ‌ ‌ بر آن خارہ شد پولاد خرد

دگر خشتے انداخت زان تیز تر ، ‌ ‌ ‌ ‌ بر آن کشتی (پنجہ) ہم نہ شد کارگر

چو دانست کان دیو آہن سرشت ‌ ‌ ‌ ‌ نیندیشد از حربۂ تیر و خشت

نہنگ جانسوز را بر کشید ، ، ‌ ‌ ‌ ‌ سوئے اژدہائے دمندہ دوید

زدش (تلوار) بر کتف گاہ و بردش ز جائے ‌ ‌ ‌ ‌ چنان کان ستمگر در آمد ز جائے

لیکن انصاف یہ ہے کہ نظامی ، فردوسی کی طرح ، خاص لڑائی کے داؤں پیچ اور فنون ، جنگ کی تصویر اچھی طرح نہیں کھینچ سکتے .

نظامی اور فردوسی کا موازنہ اگرچہ انصاف یہ ہے کہ نظامی فردوسی کے ہمپایہ نہیں ہیں . تھوڑا سا شیریں پانی لیکر ، بار بار چھانا جائے ، مقطر کیا جائے ، اور پھر کسی خوشرنگ خوشنما گلاس میں رکھا جائے تو اُس کی شیرینی ، خوشگواری ، صفائی اور خوشنمائی میں کیا شک ہے لیکن ایک صاف شیریں قدرتی چشمہ ، جو پہاڑ کے دامن سے نکل کر بہتا چلا جاتا ہے

جنگ

اسلحہ جنگ آراستہ حملہ

اُس سے کیا نسبت تھا ہم دونوں کا انداز کلام، دکھانے کے لئے ہم چند مشترک عنوانوں کے اشعار نقل کرتے ہیں، اور اُنکا فرق دکھاتے ہیں،

سکندر کا قاصد بنکر نوشابہ کے دربار میں جانا، سکندر نامہ کی مشہور داستان ہی ہی، قصہ شاہ نامہ میں بھی ہے، فرق یہ ہے کہ شاہنامہ میں نوشابہ کے بجائے قیدافہ کا نام ہے جو اندلس کا بادشاہ تھا، باقی حالات مشترک ہیں، یعنی بادشاہ نے سکندر پہچان لیا ہے اور اُس سے اُس کا اظہار کیا ہے، سکندر انکار کرتا ہے، بادشاہ اُس کی تصویر منگا کر سامنے رکھ دیتا ہے کہ اپنے چہرہ سے ملالو، سکندر سخت مضطر ہوتا ہے بادشاہ اُس کو تسلی دیتا ہے کہ یہ بھی آپ ہی کا گھر ہے،

فردوسی	نظامی
چو قیدافہ را دید بر تخت عاج	بہ آراست نوشابہ درگاہ را
زیاقوت و پیروزہ بر سرش تاج	بزر در گرفت آہنی راہ را
ز زربفت پوشیدہ چینی قبائے	پری چہرگان را بصد گونہ زیب
فزان پرستندہ پیشش بہ پائے	صف اندر صف آراست آن دلفریب
رخ شاہ تابان بہ کردار ہور	بر آمود گوہر بہ مشکین کمند
نشستنگہش را ستون بلور	فروہشت بر گوہر آگین پرند،
پرستندہ با طوق و با گوشوار	بر اورنگ شاہنشہی بر نشست
بہ پا اندران گلشن زر نگار	بفرمود کا ئین بجائے آورند
فزاد ان نہان نام بردان بخواند	فرستادہ را در سرائے آورند
نشستنگہے دید، قیصر کہ نیز	فرستادۂ از در آمد دلیر
بنامد در روم و ایران بہ چیز	سوئے تخت شہ چون خرامندہ شیر
پدر مہتر اندر زمین داد بوس.	کمر بند شمشیر بکشاد باز
چنان چون بود، مردم چاپلوس	برسم رسولان نہ بردش نماز
در آدید قیدافہ بشناختش،	نہانی دران قصر زیبندہ دید

به پرسید بسیار و بنواختش
به می خوردن اندر، گران مایه شاه
فزون کرد، سوی سکندر نگاه
به گنجور گفت آن بدرخشان حریر
نبشته برو صورت دلپذیر
به پیش من آور چنان هم که هست
به تندی برو هیچ پسائیؔ دست
بیاورد گنجور و بنهاد پیش،
چو دیدش نگه کرد زاندازه بیش
به چهر سکندر نکو بنگرید،
ازان صورت او ر جدائی ندید
بدانست قیدافه کاو قیصر است
بران لشکر نامور مهتر است،
بدو گفت کای مرد گسترده کام
بیا تا چه دادت سکندر پیام
چنین داد پاسخ که شاه جهان

فردوسی

سخن گفت با من میان مهان
که قیدافهٔ پاک دل را بگوی
که جز راستی در زمانه مجوی،
مگر سر نه پیچی ز فرمان من
نگهدار بیدار پیمان من

بهشتی سرائے فروبنده دید،
ز بس گوهرین گوش گردن کشان
شده چشم بیننده گوهرفشان
ز تابنده یاقوت و رخشنده لعل
خرامنده را آتشین گشت نعل
نگرگان و دریا بهم تاختند
همه گوهر اینجا برانداختند
زن زیرک از سیرت شان او،
دران داوری شد هراسان او
که این کاروان مرد آهسته رائے
چرا شرط خدمت نیارد بجائے
ز سر تا قدم دید در شهریار
ز ز بخته را بر محک زد عیار
چو نیکو نگه کرد بشناختش،
به تخت خود آرام گه ساختش
سکندر به رسم فرستادگان،

نظامی

نگه داشت آئین آزادگان،
پس آنگه گذارش گرفت از پیام
که شاه جهان داور نیکنام
چنین گفت کای داور نامجوی
ز نام آوران جهان برده گوی

۱؎ پسائی: بے احتیاطی سے ہاتھ نہ لگانا،

دگر هیچ تاب اندر آری بدل
بیارم یکے لشکرے دل گسل
برآرم دمار از همه لشکرت
به آتش بسوزم همه کشورت
بدو گفت کاے زاده فیلقوس
همت رزم بزم ست وهم نعم و بوس
دلیر آمدی پیش من باژ خواه
ندانم ترا اینکه بنمود راه
سکندر ز گفتار او گشت زرد
روان پر ز در دو رخان لاجورد
بدو گفت کاے مهتر پر خرد
چنین گفته از تو نه اندر خورد ،
منم بیطقون کد خدائے جهان
جز این بچه فیلقوسم مخوان
بدو گفت قیدافه کز داوری
ببست را پرداز کا سکندری
بیاورد و بنهاد پیشش حریر
نوشته برو صورتے دلپذیر
که گر هیچ جنبش بدے در نگار
بنودے جز اسکندر شهریار
مرا خواندی و خود بدام آمدی
جهاندار گفت اے سزاوار تخت

چه افتاد کز ما عنان تافتی ،،
سوے ما تو یک روز نشتافتی ،
ز بونے چه دیدی که توسن شدی
چه بیداد کردم که دشمن شدی
چو من ره درین مملکت ساختم
برو سایهٔ دولت انداختم
کمر چون نه بستی بدر گاه من
چرا روے پیچیدے از راه من
به پاسخ نمودن زن هوشمند
ز یاقوت سربسته بگشاد بند
که صد آفرین بر تو شاه دلیر
که پیغام خود خود گزاری چو شیر
چنا آیدم در دل اے پهلوان
که با این سر و سایهٔ خسروان
میانجی نه شاه آزادهٔ ،
فرستندهٔ نه فرستادهٔ
پیام تو چون تیغ گردن زند
کراز هره کین تیغ بر من زند ،
ز تیغ سکندر چه رانی سخن
سکندر توئی چارهٔ خویش کن ،
نظر پخته تر کن که خام آمدی
بنه دهنش مکن جز بفرمان بخت

نظامی

سکندر محیط است و من جوی آب   نه تہمت سایہ بر آفتاب ،
بدرگاہ او پیش ازان سنامرد   کہ او را قدم رنجہ بابیست کرد
دگر بار نوشابہ ہوشمند ،   ز نوشین لب خویش بکشاد بند

نظامی

کز ین بیش بر دلفروزی مباش   بہ ناراستی بکر کیبی مباش
پیامت بزرگ است و نامت بزرگ   نہفتہ مکن شیر در چرم گرگ ،
فرستادہ را نیست این دسترس   کہ با ما بہ تندی بر آرد نفس ،
نہ جباری خویش را کم کند ،   نہ در پیش من پشت را خم کند
جوابش چنین داد شاہ دلیر   کہ نا بد ز روباہ پیغام شیر ،
اگر من چہ چشم تو نام آورم ،   سکندر نیم زد بپیام آورم
اگر در میانجی دلیر آمدم ،   نہ از روبہ از نزد شیر آمدم
بر آشفت نوشابہ زان شیر دل   کہ پوشید خورشید را از پر گل ،
بفرمود کارد کنیزے دوان ،   حریرے برو پیکر خسروان ،
یکے گوشہ از شقۂ آن حریر ، ،   بدو داد کین نقش بر دست گیر
بہ بین تا نشان رخ کیست این   درین کارگاہ از پے چیست این
اگر پیکر تست چندین مکوش ،   بہ ابروی خود آسمان را مپوش
سکندر بفرمان او ساز کرد ، ،   حریر نوشتہ زہم باز کرد ، ،
بعینہ در و صورت خویش دید   ولایت بدست بد اندیش دید

(۱) سب سے پہلے اس پر نظر ڈالو کہ جہاں ایک ہی خیال، ایک ہی واقعہ ایک ہی بات کو دونوں نے لکھا ہے وہاں بھی، بندش الفاظ کے لحاظ سے کس قدر فرق ہے نظامی کی ترکیبوں کی چستی، قافیوں کی بلندی، فقروں کے در و بست، الفاظ کے شکوہ کا یہ انداز ہے کہ گویا

شیر گونج رہاہے، اس کے مقابلہ میں فردوسی کا کلام ایسا معلوم ہوتا ہے، جس طرح کوئی پراتم بڑھا پیرانہ لہجہ میں ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرتا ہے، اِن اشعار کا مقابلہ کرو،

فردوسی

ز زربفت پوشید چینی قبائے
فراوان پرستندہ پیشش بپائے
برمہتر اندر زمین داد بوس
چنان چون بود مردم چاپلوس
سکندر بدان در شگفتی بماند
ترادان نہان نام یزدان بخواند
بہ مے خوردن اندر گران مایہ شاہ
فزون کرد سوئے سکندر نگاہ
بہ گنجور گفت آن درخشان حریر
بنشتہ بر صورتے دلپذیر
کہ قیدافۂ پاک دل را بگوئے
کہ جز راستی در زمانہ مجوئے،
دلیر آمدی پیش من باز خواہ،
ندانم ترا اینکہ بنمود راہ
بدو گفت قیدافہ کز داوری،
لبت را بپرواز کا سکندری
سکندر ز گفتنا راد گشت زرد
روان پر ز درد و رخان لاجورد،
منم بیطقون کہ خدائے جہان،
جز این بچۂ فیلقوس مخوان

نظامی

پری چہرگان را بصد گونہ زیب
صف اندر صف آراست آن دلفریب
سکندر بہ رسم فرستادگان،
نگہ داشت آئین آزادگان،
نہانے دران قصر زمیندہ دید
بہشتی سرائے فریبندہ دیار
ز سر تا قدم دید در شہریار،
زر بختہ را بر محک زد عیار
یکے گوشہ از شقۂ آن حریر،
بدو داد کین نقش بر دست گیر
چنین گفت کاے داورِ نامجوی
ز نام آوران جہان بردہ گوئے
کہ صد آفرین بر تو شاہ دلیر
کہ پیغام خود خود گزاری چو شیر
مبائی نہ شاہ آزادۂ،
فرستندۂ نہ فرستادۂ
ترسید و شد رنگ در دیش چوں کاہ
بدا رائے خود برد، خود را پناہ
سکندر محیطا است و من جوی آب
منہ تہمت سایہ بر آفتاب

(۲) انہی اشعار میں بلاغت کا فرق دیکھو،

فردوسی	نظامی
فرادن پرستندہ پیشش بپائے	صف اندر صف آراست آن دلفریب

فردوسی کے بیان سے صرف اِس قدر معلوم ہوتا ہے کہ غلامون اور لونڈیونکا ہجوم تھا اور سب کھڑے تھے، لیکن نظامی کے بیان سے اُن کا باقاعدہ صف بصف ایستادہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے "آراست" کے لفظ نے اِس خصوصیت کو روشن اور خوشنما کردیا ہے،

فردوسی	نظامی
بر مہتر اندر زمین داد بوس	سکندر بہ رسم فرستادگان
چنان چون بود مردم چاپلوس	نگہ داشت آئین آزادگان،

فردوسی نے سکندر کی شان کا کچھ لحاظ نہیں رکھا، زمین چومنا خوشامدیون کا شیوہ ہے فردوسی کو اس پر بھی قناعت نہیں، بلکہ کھول کر کہتا ہے کہ سکندر نے اس طرح زمین چومی جس طرح خوشامدی چوما کرتے ہیں، نظامی نے اگرچہ "برسم فرستادگان" کے لفظ سے ظاہر کردیا ہے کہ سکندر نے قاصدون کے طریق اور آئین کو ملحوظ رکھا تھا۔ تاہم دوسرے مصرع میں دفع دخل بھی کردیا کہ اس حالت میں بھی اپنی آن بان نہیں چھوڑی،

فردوسی	نظامی
سکندر بدان در شگفتے بماند	نہانے دران قصر زیبندہ دید
فراوان نہان نام یزدان بخواند	بہشتی سرائے فریبندہ دید

فردوسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر بالکل ندیدہ تھا، دربار کے ٹھاٹ کو دیکھکر مبہوت ہوگیا تھا، اور بار بار خدا کا نام لیتا تھا، نظامی نے مکان اور ایوان کی عمدگی اور خوبی کا اثر سکندر پر طاری کرنا چاہا ہے، لیکن اسی قدر کہ وہ کنکھیوں سے دیکھتا جاتا تھا،

فردوسی	نظامی
فزون کرد سوے سکندر نگاہ	ز سرتا قدم دید در شہریار

فزون نگاہ کردن، سے صرف اسقدر ثابت ہوتاہے کہ قیدافہ سکندر کو بڑی تیز نگہ

دیکھتا رہا ممکن ہے کہ صرف چہرہ پر ہی دیر تک اس کی نظر جمی رہی، لیکن صرف چہرہ کی مشابہت پہچاننے کیلئے کافی نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے چہرے ملتے جلتے ہوتے ہیں لیکن اور اعضا میں فرق ہوتا ہے۔ بخلاف اسکے نظامی کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشابہ نے سکندر کو سر سے پانون تک دیکھا، یعنی نہ صرف چہرہ بلکہ تمام اعضا اور ڈیل ڈول رنگ روپ سج دہج کو بھی دیکھا جس سے صاف ثابت ہوگیا کہ یہ سکندر ہے،

فردوسی	نظامی
کہ قیدافہ پاک دل را بگوے،	چنیں گفت کاے داور ناجوی،
کہ جز راستی در زمانہ مجوے،	ز نام آوران جہان بردہ گوی،

قاصد کا بادشاہ کے دربار مین بادشاہ کا نام لینا، اور پھر فوراً تنبیہ اور نصیحت شروع کر دینا، دستور کے خلاف ہے، اس لیئے نظامی نے نام نہیں لیا بلکہ داور ناجو کے لفظ سے خطاب کیا اور اس کے ساتھ مدحیہ الفاظ اضافہ کیئے،

فردوسی	نظامی
دلیر آمدی پیش من بازخواہ،	کہ صد آفرین بر تو شاہ دلیر
ندانم ترا این کہ بنمود راہ،	کہ پیغام خود خود گزاری چو شیر

فردوسی نے اس بات کو کہ قیدافہ نے سکندر کو پہچان لیا نہایت بے مزہ طریقے سے بیان کر دیا ہے، اس کے ساتھ یہ الفاظ کہ معلوم نہیں کس نے تم کو یہ طریقہ سکھایا، اور بھی بدتہذیبی ہے، بخلاف اسکے نظامی اسی بات کو اس طرح ادا کرتے ہیں، جس سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نوشابہ کو یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں کہ میں نے آپ کو پہچان لیا بلکہ وہ سکندر کی دلیری اور جرات کے اثر سے متاثر ہے، اور بے اختیار تعریف کرتی ہے،

فردوسی	نظامی
سکندر ز گفتار او گشت زرد	نبر سید و شد رنگ رویش چو کاہ
روان پر ز درد و رخان لاجورد	بد ارائے خود برد خود را پناہ

اس قدر مضمون دونون کے ہان مشترک ہے کہ جب سکندر کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے

اُس کو پہچان لیا، تو وہ ڈرا اور متردد ہوا، لیکن فردوسی نے اس کے ڈرنے کو اس قدر حد سے بڑھا دیا جو سکندر کی شان سے بالکل بعید ہے، روان پُرزور دو رخان لاجورد، نظامی کے بیان سے بھی اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور دلمیں خدا سے دعا مانگی کہ اِس خطرہ سے بچ جائے، لیکن اتنا ہی بدحواس نہیں ہوا کہ دلمیں ٹیس اُٹھنے لگی، فردوسی نے پہلے مصرع میں سکندر کا زرد پڑجانا بیان کردیا تھا، لیکن اس پر تسلی نہیں ہوئی، اور دوسرے مصرع میں پھر کہنا پڑا، "رخان لاجورد"

(۳) اب عام طرح پر نظر ڈالو، جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے۔ تو سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ بیان کرنے والا واقعہ کا خاکہ (پلین) کیونکر قائم کرتا ہے، اور یہ بلاغت کا پہلا لیکن سب سے ضروری مرحلہ ہے،

فردوسی نے واقعہ کا جو خاکہ قائم کیا ہے اُسمیں متعدد ناموزوں بیان ہیں،

(۱) سکندر قاصد کے لباس میں خوشامدیوں کی طرح دربار میں آداب بجالاتا ہے،

(۲) دربار کو دیکھ کر مبہوت ہوجاتا ہے گویا کبھی شاہانہ دربار دیکھا ہی نہ تھا،

(۳) حالانکہ سکندر کی رفتار گفتار، طور وطریقہ سے ابھی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی تھی جس سے اِس احتمال کی طرف ذہن جائے، کہ یہ خود سکندر ہے تاہم بادشاہ کو شبہ ہوتا ہے اور وہ سکندر کے چہرہ کو بہت غور سے دیکھتا ہے، اس لئے نظامی نے اِس کا یہ پہلو نکالا کہ سکندر نے قاصدوں کی طرح سجدہ نہیں کیا تھا، اور پیغام اس شان سے ادا کیا کہ قاصد اس دلیری اور جرأت سے ادا نہیں کرسکتا تھا، اِس حالت میں شبہ پیدا ہونا ضروری تھا، اور شبہ کو اس لئے قوت ہوئی کہ سکندر کی تصویر اُسکی نظر سے گذر چکی تھی،

(۴) قیدافہ نے سکندر کے سامنے ہی تصویر منگا کر دیکھی، حالانکہ جب مخفی طور سے سکندر کو پہچاننا مقصود تھا، تو سکندر کے سامنے تصویر منگوا کر دیکھنا نہ چاہیئے تھا۔

(۵) سکندر جب قاصد کی حیثیت سے پیغام ادا کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آداب شاہی سے ناواقف ہے اول تو بادشاہ کا نام لینا خلاف ادب ہے، اِس کے علاوہ پہلے ہی سخت کلامی شروع کردی، نہایت بدتہذیبی ہے،

برآرم دمار از ہمہ لشکرت   بہ آتش بسوزم ہمہ کشورت ،،

(۶) سکندر جب اپنے آپ کو چھپاتا، اور سکندر کا قاصد ہونا ظاہر کرتا ہے تو اُس کو سکندر کا نام بڑی تعظیم و تکریم سے لینا چاہیئے تھا، لیکن وہ سکندر کو بچہ فیلقوس کے خطاب سے یاد کرتا ہے،

ع جز این بچۂ فیلقوس[۵۱] مخوان،

اِس کے مقابلہ میں نظامی نے جسطرح اس تمام واقعہ کا خاکہ کھینچا ہے وہ یہ ہے

نوشابہ کو جب معلوم ہوا کہ سکندر کے دربار سے قاصد آتا ہے تو اُس نے بڑے ساز و سامان سے دربار آراستہ کیا، خود بن ٹھن کر ہاتھ میں ترنج لیئے ہوئے تخت شاہی پر بیٹھی سامنے پری چہرہ کنیزیں صف باندھ کر کھڑی ہوئیں، پھر سکندر کو طلب کیا، سکندر دربار میں آیا تو آداب شاہی کے موافق کمر بند سے تلوار کھولکر رکھدی لیکن سجدہ نہیں کیا اس موقع پر دربار جو جواہرات سے جگ مگ کر رہا تھا، اس کو نہایت مبالغہ آمیز پیرایہ میں ادا کیا ہے،

ز تابندہ یاقوت درخشندہ لعل   خراسندہ را آتشین گشت نعل

نگر کان و دریا بہم تاختند،   ہمہ گوہر آن جا پرانداختند

قاصد کے شاہانہ طرز کلام سے نوشابہ کو شبہ تو ہوا کہ یہ خود سکندر ہے، خوب غور سے دیکھا تو یقین ہو گیا، قاصد نے اب پیغام ادا کرنا شروع کیا، کہ شہنشاہ نے کہا ہے کہ ہماری طرف کیا کمی ہوئی جو تم نے بے اعتنائی کی، آج تک تم دربار میں نہ آئے، ہم ان اطراف میں بھی آئے لیکن تم نے ادھر رُخ نہ کیا،

نوشابہ نے کہا کہ آپ کی جرات پر صد ہزار آفرین ہے کہ آپ اپنا پیغام ادا کرتے ہیں آپ کی باتیں تلوار کا کاٹ کرتی ہیں، یہ تلوار اور کس کی مجال ہے کہ مجھ پر چلائے سکندر انکار کرتا ہے کہ میں سکندر نہیں، پھر اُس کی نہایت عمدہ توجیہیں بیان کرتا ہے کہ کجا سکندر، کجا میں سکندر کے دربار میں آدمیوں کی کیا کمی ہے کہ خود قاصد بنکر آتا، اس موقع پر نوشابہ و سکندر کے، سوال و جواب کو نہایت بلیغ انداز میں طول دیا ہے، آخر نوشابہ جھلا کر سکندر کی تصویر منگوا کر

[۵۱] اس بیان میں فردوسی اور نظامی کے اشعار مکرر آگئے ہیں لیکن اس بحث کو اچھی طرح ذہن نشین کرنیکے لیئے ایسا کرنا ضرور تھا،

اُس کو دکھلاتی ہے، اور سکندر لاجواب ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے ساتھ خطرہ کے خیال سے اُ
چہرہ کی رنگت زرد پڑ جاتی ہے،

اِس تمام سلسلہ میں کہیں سے کوئی کسر نہیں، تمام واقعات اصلیت اور نیچر کے
مطابق ہیں، اس کے ساتھ فصاحت و بلاغت تشبیہات اور استعارات کی ندرت اور
الفاظ کی شان و شکوہ، اِن تمام باتون نے اِس داستان کو سحر سامری بنا دیا ہے،

نظامی اور فردوسی میں یہ فرق اور بہت سے موقعون پر نظر آتا ہے، لیکن طول کے
لحاظ سے ہم قلم انداز کرتے ہیں۔ سکندر و دارا کی گفتگو اوپر گذر چکی ہے، اس کو اس موقع
پر ایک بار اور دیکھ لینا چاہیئے، اِن سب باتون پر بھی فردوسی فردوسی ہی اور نظامی نظامی

تمت

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی، جناب سرورِ کائنات کے ازواج مطہرات کے
پورے حالات وسوانح درج ہیں، حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ
حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت ام سلمہ، حضرت
زینبؓ بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہ
مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا پورا جواب دیا ہے، قیمت ۱۲ ر
نکاح جعفر اور عباسہ، ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے
ہوئے ہیں کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل
دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں، قیمت ۴ ر
ملل جان کی سرگذشت، ساری کتاب تلازموں سے لبریز
لکھنو اور دہلی کی پرانی دیانداری کا پورا فوٹو جوانا پیدا ہے، قیمت ۶ ر

کتب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و
غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کیساتھ تعلق سلطان کے محل کے
اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ سلطانہ و
بادن آفندی کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶ ر
خلافت عمرو بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی
بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات، قیمت ۳ ر
تذکرہ مشاہیر عالم، ہر دو جلد کامل مع فوٹو مولانا شرر جس میں
حسب ذیل سوانح درج ہیں، خلیفہ ناصر الدین اللہ، زبیر ابن عوام
عبد اللہ ابن زبیر ابن بطوطہ، بقراط، جالینوس، مانی، سائدین
ابعی، اعز الدین حسین، حاتم طائی، جبلہ بن ایہم، محمد بن تومرت
مہدی المعتزلی، ابو عثمان، سعید بن مسیح، سبا تانی، سیوی
دمشق کی جامع بنی امیہ، ابوالاسود دولی، احمد بن طولون
ابو الضحاک، عمرو بن معدیکرب، زبیدی، نابغہ زبیانی، اسکندر
اعظم، سمون ابن قرافر، شلمغانی الحکم المستنصر، محمد عبد اللہ الزقیر،
مندر بن مغیرہ، حجاج دمشقی مہوس، مسجد ایا صوفیہ، محمد علی پاشا
ابو جعفر منصور، ابو دلامہ شاعر، مسجد اقصیٰ، صلیبی جہاد قیمت ۱۲ ر

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، سمی رامس، ملکہ بابل ہند،
بنت نعمان، لیلائے اخیلیہ، شہدہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ،
ام سلمہ زوجہ سفاح، قطر الندی، بلقیس او نعا علیہ بنت مہدی،
خدیجہ بنت القیم، ملکہ استیر کتھرائن، زبیدہ خاتون اصفہانی، قلوپطرا ،
میڈم ڈی اشٹائل، رابعہ بصریہ، فاطمہ فقیہہ، ملکہ زبا، ام ابان، رابعہ شامیہ
فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوار زوجہ فرزدق، مصنفہ فحہ، زبدہ، ہلینا
قسطنطین اعظم کی ماں قیمت ۸ ر جلد دوم عورت ہی کی کشش
دنیا میں انسان کو لائی، دہنیائے کاہنہ، قیصر تھیوڈورا آل عثمان
میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، بوادیقیا، قارطس مانڈوا، عاتکہ زوجہ
عبد اللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ، عمارہ، مزنہ، لطیفہ حدانیہ، شبینہ،
ام جعفر، حرقہ بنت نعمان، ست ملک ملکہ مصر خولہ بنت الازور قیمت ۸ ر
جلد سوم، جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، دیدون، ملکہ
سور پر تھالل، ایڈلین، راخیل ماریہ، رولانان، فلیون، عاتکہ بنت
معاویہ آمذکار، بائی خاتون، ارشد امیہ، فریدہ، عفرا، عائشہ بنت
طلحہ، ہائی پیشیا، خرقا، ریا بنت الفریق السلمی، جنیفیات، ظریفہ بنت
صفوان، ام حکیم بنت قارظ، قیمت ۸ ر جو صاحب تینوں جلدیں
ایک ساتھ کامل لیں گے انکو مع محصول تین روپیہ میں مع فوٹو مولانا
شرر دیجاویں گی، کامل قیمت ۳ ر